وَلَا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون ۝

انسانی اوہام

928

جس میں

نجوم۔ جفر۔ رمل۔ کیمیا۔ اکسیر۔ دستِ غیب۔ تعویذ گنڈوں جھاڑ پھونک جنتر منتر۔ ٹونوں۔ ٹوٹکوں۔ علاج آسیب۔ اعمال علوی و سفلی کی حقیقت بیان کی گئی ہے

اور جس کو

البشیر ۱۸۹۹ء و ۱۹۰۰ء کے مضامین سے

نظام الدین حسین نظامی بدایونی نے مرتّب کیا

بجُس اہتمام مولوی سیّد ممتاز علی صاحب

مطبوعہ رفاہِ عام سٹیم پریس لاہور

بار اوّل ۵۰۰ جلد . . . . قیمت فی جلد ۸ علاوہ محصول ڈاک

فہرست مضامین

تہذیب نسواں

یہ ایک ہفتہ وار اخبار ہے جو لڑکیوں کی تربیت و تعلیم خانہ داری کے لئے ۱۸۹۸ء
سے جاری ہے۔ اسکی اڈیٹر ہماری قوم کی لائق فائق خاتون یعنی مولوی سید ممتاز علی
صاحب مالک مطبع رفاہ عام لاہور کی اہلیہ ہیں۔ چونکہ خدا کے فضل سے ہمارے ملک میں لڑکیوں
کی تعلیم کا چرچا روز بروز بڑھتا جاتا ہے اور انکے پڑھنے کے لئے کسی مستقل مفید و نصیحت خیز تصنیف
کا سامان موجود نہ تھا اس لئے مولوی صاحب ممدوح نے یہ تجویز نکالی۔ اور انکی لائق خاتون نے
جس قابلیت سے اس اخبار کو آج تک چلایا وہ واقعی تعجب خیز ہے۔ اس اخبار میں مستورات
کی ضرورتوں مثلاً کھانا پکانے۔ کپڑا سینے۔ بزرگوں کا ادب کرنے وغیرہ امورِ
خانہ داری پر نہایت عمدہ عمدہ مضامین لکھے جاتے ہیں۔ اور بڑی خوبی کی بات
یہ ہے کہ یہ مضامین زیادہ تر معزز خاندانوں کی بہو بیٹیوں کے قلم سے نکلے ہوتے
ہیں۔ اس لئے وہ لڑکیوں کو نہایت پسند آتے ہیں۔ یہ اخبار رؤساء ہند کی
حرم سراؤں میں نہایت عزت و قدر و اعتبار کی نگاہ سے دیکھا اور شوق سے
پڑھا جاتا ہے۔ ہر ماں باپ کو جنہیں اپنی بچیوں کی تربیت کا خیال ہو اپنے
گھر کے لئے ایک پرچہ ضرور منگانا چاہئے۔ اس کی سالانہ قیمت مع محصول عہ ۳
ہے اور اسی قیمت پر مطبع رفاہ عام لاہور سے اس کی پچھلی جلدیں بھی دستیاب
ہو سکتی ہیں *

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

حامداً ومصلیاً

جب میں نے اس رسالہ کی اشاعت کا ارادہ کیا تو میرے ایک دوست نے فرمایا کہ اس کا دیباچہ نہایت مفصل اور لمبا چوڑا لکھا جائے میں اُن کے کہنے پر عرصہ تک غور کرتا رہا اور سوچتا رہا کہ اس کی تمہید میں کیا کیا مضمون لکھوں کہ اُن کے کہنے کی تعمیل ہو جائے۔ اگر خود اوہام سے بحث کرتا ہوں تو ایک بیکار سی بات ہے کیونکہ اصل کتاب اُسی پر مشتمل ہے۔ اگر صرف شاعرانہ مبالغہ سے رنگ آمیزی کی جائے تو یہ میرے مذاق کے خلاف۔ اس کے سوا بدقسمتی سے وکالت پیشہ بھی نہیں۔ کیونکہ قانونی رنگینی کے سامنے یہ کچھ مشکل نہ تھا کہ دوچار سیدھی سادھی باتوں سے (جو میں اس تمہید میں لکھنا چاہتا ہوں) دو ایک جزُ سیاہ ہو جاتے۔ اس موقع پر مجھے ایک لطیفہ یاد آیا۔ ایک مرتبہ فٹ صاحب جج ٹوپیکا نے قانونی رنگینی عبارت کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک نارنگی ہاتھ میں لے کر ایک شخص سے فرمایا کہ "اگر مجھے آپ کو یہ نارنگی

تردید میں گنڈے تعویذ شگون وغیرہ کے مؤید سینہ سپر ہو کر کھڑے ہو گئے۔ ان میں سے دیوان عبد الرزّاق صاحب نے نمایاں حصّہ لیا۔ اس کے بعد پروفیسر صاحب نے تو کچھ جواب نہیں دیا لیکن اُن کے ہم خیال اور بہت سے لوگوں نے شگون ٹونے ٹوٹکے تعویذ عملیات وغیرہ کی قلعی کھولنا شروع کر دی اور پھر اُس کے جواب میں طرف ثانی نے بھی خامہ فرسائی کی۔ آخر میں ہمارے مکرم دوست سیّد طفیل احمد صاحب منگلوری نے جو مضمون لکھے وہ نہایت ہی دلچسپ تھے۔ اور یہ وہی مضمون ہیں جنہوں نے ہنسی خوشی اس مباحثہ کا خاتمہ کر دیا۔ آپ کے مضامین کے چھ نمبر نکلے اور سب کے سب نہایت مفید اور دلچسپ۔ سیّد صاحب کے مضمونوں سے پہلے دس مضمون تائید میں اور گیارہ بُطلانِ اوہام میں شائع ہو چکے تھے لیکن آپ کے مضمونوں نے بُطلان کرنے والے مضامین کا نمبر ۱۷ تک پہنچا دیا۔ میری رائے میں ۱۸۹۹ء اور ۱۹۰۰ء میں البشیر کے میدان میں ایک اچھا خاصہ مبحث جاری تھا۔ جس میں میجارٹی کے لحاظ سے بازی اوہام کے بُطلان کرنے والوں کے ہاتھ رہی۔ اس بحث میں بہت سے ایسے مفید مضامین شائع ہوئے کہ جو ہرگز ایسے نہ تھے جن کی اخبار کے معمولی مضامین کی طرح ایک مرتبہ شائع ہو چکنے کے بعد دیکھنے کی ضرورت باقی نہ رہی ہو یا اُن کو اخبار کی ردّی کے ساتھ ساتھ نیست و نابود ہونے دیا جائے۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ اِن مضامین کو رسالہ کی صورت میں شائع کر کے اپنے بہت سے دوستوں[1]

[1] سیّد افتخار عالم صاحب و خواجہ غلام الثقلین صاحب وغیرہ نے وقتاً فوقتاً البشیر میں خواہش ظاہر کی تھی کہ یہ مضامین رسالہ کی صورت میں اشاعت پذیر ہوں۔

دینے کا موقع پیش آئے تو میں صرف یہ سادہ الفاظ کہونگا کہ میں آپ کو یہ نارنگی دیتا
ہوں۔ لیکن اگر آپ یہی معاملہ کسی وکیل کو قلمبند کرنے کے واسطے دیں تو وہ یہ طرز
اختیار کریگا کہ میں بذریعہ تحریر ہذا اپنی جملہ حقیت حق حقوق مالکانہ اور مفاد نارنگی مذکور
مع پوست رس گودے اور پھانکوں کے آپ کو دیتا ہوں اور عطا کرتا ہوں اور اُسکے
جملہ حق حقوق اور مفاد متعلقہ کو منتقل کرتا ہوں معہذا آپ کو کامل اختیار اسکو کاٹنے
چوسنے یا بنوع دیگر کھانے کا مع یا بغیر چھلکے گودے یا پھانکوں کے دیتا ہوں''.....
غرض یہ کہ تحریر میں بہت بڑی گنجائش ہے جس قدر چاہئے ایک بات کو طول دیجئے
لیکن الفاظ کے دریا میں غوطے لگانے سے میں یہ بہتر سمجھتا ہوں کہ مختصر طور پر جلدی
سے اپنا مطلب ظاہر کردوں۔ میں صرف یہ تبلانا چاہتا ہوں کہ اس رسالہ کا سبب
اشاعت کیا ہے اور اُس کی اشاعت سے کیا غرض ہے۔ یہ رسالہ کسی ایک خاص
شخص کی دماغ سوزی کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اس میں چند قابل اور ذی علم حضرات کے
مضامین جمع کئے گئے ہیں۔ اِن مضامین کے واسطے ہم کو سب سے پہلے اپنی قوم کے
مفید و معزز اخبار **البشیر** کا شکرگذار ہونا چاہئے کہ اُس کی بدولت یہ بے بہا
ذخیرہ مضامین کا ہاتھ آیا۔ اوّل ہمارے فخر قوم اور مدرسۃ العلوم (علیگڈھ) کے
ذی علم پروفیسر ڈاکٹر ضیاء الدین احمد صاؔ ایم اے ڈی ایس سی نے ایک مضمون ''علم ہیئت''
پر البشیر میں لکھا۔ بس اُسی پر معاملہ چل پڑا۔ اگر پروفیسر صاحب کے مضمون میں شگون
وغیرہ کا ذکر نہ ہوتا تو غالباً اُس پر اس قدر توجہ نہ ہوتی۔ اس مضمون کا نکلنا تھا کہ اُسکی

مطابق بنانے کی غرض سے اگر کچھ تصرف کیا ہو تو وہ براہ مہربانی معاف فرماویں فقط

نظامی - شاہجہان پور
یکم ستمبر ۱۹۰۱ء

ستاروں کا اثر انسانی قسمتوں پر

(از خواجہ غلام الثقلین بی اے)

البشیر میں بہت سے مفید مضامین خاص کر مسائل ہیئت کے متعلق چھپ چکے ہیں لکھنے والوں نے جس محنت سے مضامین لکھے ہیں پڑھنے والے اس سے دسواں حصہ اگر توجہ سے پڑھیں تو اخبار سے بہت فائدہ ہوگا *

منجملہ ان مضامین کے مولوی سید محمد حسین صاحب شوق کا مضمون نہ صرف عالمانہ اور دلچسپ ہے بلکہ بیشمار اوہام جو صدیوں سے چلے آتے ہیں اُن کو اُکھاڑ پھینکتا ہے۔ میرے نزدیک اب وہ وقت آگیا ہے کہ عالم نما جاہلوں عورتوں بچّوں اور بوڑھوں میں جو غلط اوہام اور خیالات پھیلے ہوئے ہیں ایک ایک کرکے اُن سب کی حقیقت ظاہر کردی جائے۔ گو یہ بھی سچ ہے بعض توہّمات عربی جملوں اور موضوع حدیثوں کے قلعہ میں پناہ گزین ہوتے ہیں ستاروں (اور اُن کی وجہ سے ایّام) کے سعد و نحس ہونے کے متعلق مسلمانوں کو خاص کر چند امور کا خیال

کی آرزو کو پورا کروں ◆

ہم اپنے اس رسالہ میں مباحثہ[1] کا رنگ قائم رکھنا نہیں چاہتے اس لئے اس بحث کے متعلق کل مضمون جو البشیر میں شائع ہوئے یا اُس ترتیب سے جس طرح وہ اوّل مرتبہ اخبار میں نکلے درج نہیں کرینگے۔ بلکہ اُن میں سے عمدہ مضامین انتخاب کرکے ہم نے اُن کو خاص طور پر ترتیب دیا ہے۔ اُمید ہے کہ ملک و قوم کے لئے یہ رسالہ ضرور مفید ثابت ہوگا۔ یہ سچ ہے کہ اوہام سے کوئی قوم خواہ وہ کیسی ہی تعلیم یافتہ کیوں نہ ہو جائے خالی نہیں ہوسکتی۔ لیکن خدا ہماری قوم کی طرح سے بھی کسی قوم کو مبتلائے اوہام نہ کرے۔ یہ ایک چھوٹا سا رسالہ تو بھلا کیا اُن اوہام کو جو صدیوں سے ہمارے دماغ میں گھر کئے ہوئے ہیں اُکھیڑ سکتا ہے۔ لیکن اگر اس رسالہ کو دیکھ کر ہماری قوم کے تعلیم یافتہ گروہ میں سے جن کو تصنیف و تالیف سے دلچسپی ہے دو ایک شخص بھی اس قسم کے مضامین کی اشاعت کی طرف متوجہ ہو جائیں تو البتہ اُمّید کامیابی ہے اور ہم سمجھ لینگے کہ ہماری محنت وصول ہوگئی۔ ہم اپنے اس رسالہ کو خواجہ غلام الثقلین صاحب بی اے ایل ایل بی سابق صدر مہتمم تعلیمات صوبہ گلبرگہ (حیدرآباد دکن) کے عالمانہ مضمون سے شروع کرتے ہیں اور انہیں کے مضمون پر ختم کرینگے۔ آخر میں ہم مضمون نگار صاحبان سے جن کے مضمون ہم اس رسالہ میں شائع کرینگے التماس کرتے ہیں کہ ہم نے اُن کے مضامین کے اول آخر میں اُن کو رسالہ کی حالت کے

[1] جس کسی کو اصل مضامین جس ترتیب سے وہ اوّل مرتبہ شائع ہوئے دیکھنا منظور ہوں وہ جلد البشیر ۱۸۹۹ء و ۱۹۰۰ء دیکھے ◆

نظرِ دقیق سے سب کو علیحدہ علیحدہ کریگا اُس وقت ہمارے علماء اور جہلا حیران ہو کر دیکھینگے کہ وہ کس طرف سے چلے تھے اور کہاں آپہنچے ہیں۔ میں اس وقت اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتا صرف اشارتاً یہ بات دکھانا چاہتا ہوں کہ ایام وستاروں کے نحس وسعد کا خیال قادرِ مطلق کی طرف سے نہیں بلکہ مخلوقِ کفور کی طرف سے پیدا ہوتا ہے۔ جب ہم اپنی ماؤں اور بہنوں اور بیبیوں کو اور فال لینے والے ملاؤں کو اُن اوہام میں مبتلا پاتے اور اپنے ضروری سفروں میں حائل دیکھتے ہیں تو ہربرٹ سپنسر کے فلسفۂ ارتقاء عالم کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا پڑتا ہے کیونکہ پُرانے عقائد کا پرتو اب تک ہم میں صاف طور پر باقی معلوم ہوتا ہے۔ اس بحث کو چھوڑ کر ہم اِن خیالات کے ماننے والوں سے چند سوال کرنا چاہتے ہیں

(۱) کیا ریاضی وطبیعات کی رو سے وہ ستاروں اور گھوڑوں کے سعد ونحس کے علامات اسی طور پر ثابت کرسکتے ہیں جیسا زہر کی مہلک اور شہد کے گرم ہونے کی تاثیر کو۔

(۲) کیا جو قومیں یا جو لوگ ان معتقدات کے قائل نہیں ہیں اُن کو زندگی میں زیادہ سختیاں پیش آتی ہیں بہ نسبت اُن لوگوں کے جو پورے طور پر تمام فال وشگون ونیک بد ساعت پر عامل ہیں۔

(۳) کیا عقیدہ نجوم توحید خالص اور اسلام سے زیادہ قریب ہے یا اُسکا انکار۔

(۴) کیا وہ اکثر یہ تجربہ سے بھی چہارشنبہ کے سفر کے مضر ہونے اور دوسری قسم

رکھنا چاہیئے۔ اسلام سے قبل عرب میں ایک بڑا گروہ صابئین یا ستارہ پرستوں کا
تھا جو بیشک خدا کو مانتے تھے مگر ستاروں کو بھی دیوتا اور قابل پرستش سمجھتے تھے۔ اُن
کے خیالات و معتقدات گو غائب ہو گئے مگر اُس کا یہ اثر عرب و فارس اور ہند پر رہ گیا
کہ یہ ستارے اور سیّارے گو معبود نہیں تاہم فی نفسہم ان میں ایسی قوتیں مضمر ہیں جو
ہماری قسمت پر اثر ڈالتے ہیں اگر وہ خدا نہیں تو خدائی اثر ضرور رکھتے ہیں۔

آدم کو خدا مت کہو آدم خدا نہیں
لیکن خدا کے نور سے ہرگز جدا نہیں

ان خیالات کی جھلک اسلام میں بھی پائی جاتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ نبی عربی علیہ وآلہٖ
الصلوٰۃ وصلعم نے ان سب باتوں کو فضول بتایا ہے مگر موضوع روایات و احادیث
میں سعد و نحس کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اور زیادہ تر فرقہ امامیہ و اثنا عشریہ میں۔ جن کی
روایات و احادیث میں ایران کے خیالات کا پرتو بوجہ تاریخی اور قومی اثر کے خواہ مخواہ
پڑا اور پڑتا ہے۔ فلسفۂ تاریخ کے جاننے والے اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ کوئی
گروہ یا قوم جب کسی مذہب کو اختیار کرتی ہے تو بہت کچھ وہ اُسی مذہب سے سیکھتی
ہے مگر بہت کچھ اپنے خیالات اُس مذہب میں ملا دیتی ہے۔ عرب کی جاہلیت کے
خیالات کا پرتو۔ زردشتیوں کے معتقدات کی جھلک مسیحیوں اور یہود کی روایات
و رسوم کی شعاعیں۔ برہمنوں اور بودھ کی حکمت و توہّمات کی روشن تاریکی یہ سب
موجودہ عقائد و خیالات مسلمانوں میں نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ جب کوئی مورّخ

کے علے الترتیب ہیں اِن کے اوپر پہلا فلک قمر ہے دوسرا فلک عطارد تیسرا فلک زُہرہ چوتھا فلک آفتاب پانچواں فلک مریخ چھٹا فلک مشتری ساتواں فلک زحل ہے۔ یہ ۷ کُرہ ہوئے ان سے آگے فلک ہشتم ہے جس میں تمام ثوابت مثل نگینہ جڑے ہوئے ہیں اس لئے اس کو فلک الثوابت کہتے ہیں۔ ثوابت کی تعداد ۱۰۲۵ بتلائی جاتی ہے جو اٹھائیس ۲۸ شکلوں میں مرصود ہیں (یہ ثوابت و اشکال کی تعداد بھی بروے تحقیقات جدید غلط ثابت ہوئی ہے جس کا بیان اپنے مقام پر ہوگا) آسمان تین حصوں میں منقسم کیا گیا ہے وسطی حصہ منطقۃ البروج میں ۱۲ مشہور شکلیں حمل۔ ثور۔ جوزا وغیرہ واقع ہیں۔ دوسرے حصہ شمالی میں ۲۱ شکلیں ہیں اور تیسرے حصہ جنوبی میں ۱۵۔ ان تمام شکلوں کے نام اور تعریف کتب ہیئت و نجوم میں درج ہیں بخوف طوالت میں قلم انداز کرتا ہوں۔ فلک ہشتم سے اوپر فلک الافلاک ہے اس پر کوئی ستارہ نہیں اس لئے اس کو فلک اطلس بھی کہتے ہیں۔ اطلس کے معنی درم بے سکہ کے ہیں جو نقوش سے معرا ہو یہاں یہ مطلب ہوا کہ فلک افلاک یعنی عرش نقوش کواکب سے سادہ ہے فلک قمر سے فلک ثوابت تک ۲۲ افلاک جزوی بھی علاوہ ہفت افلاک کُلّی کے (جن کی تفصیل اوپر لکھی گئی) ہیں فلک الثوابت تک ۱۲ کُرہ ہوتے ہیں اس سے اوپر فلک الافلاک ہے جس کی موٹائی بجز خداوندِ عالم کے اور کسی کو معلوم نہیں مگر یہ مُنتہاے عوالم امکانی ہے اس سے آگے کچھ نہیں اور اس سمیت کُل ۱۳ کُرہ ہوتے ہیں۔ گو ہر ایک فلک کی

کے سعد و نحس کو ثابت کر سکتے ہیں +

(۵) کیا وہ (یعنی علماء اور خاص کر علماء اثنا عشریہ) تاریخی دلائل سے ثابت کر سکتے ہیں کہ سفر یا حضر میں پیشوایانِ دین ان خیالات کے تابع تھے +

اگر ان سوالوں میں سے ایک کا جواب بھی نفی میں ہو تو محمد حسین صاحب شوق کا دعوےٰ یقیناً صحیح سمجھا جاویگا اور معتقدانِ نجوم کا غلط +

اب ہم ناظرین کے سامنے سیّد محمد حسین صاحب شوق کے مضامین جس کا حوالہ خواجہ صاحب نے اپنے اس مضمون میں دیا ہے پیش کرتے ہیں۔ وھو ہذا

علم ہیئت کا مسئلہ

(از محمد حسین صاحب شوق سہارنپوری)

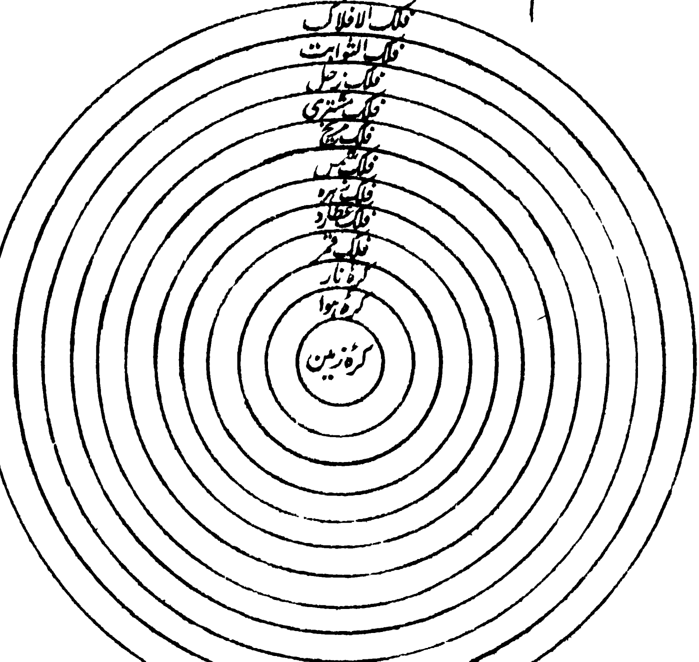
(نمبر ۱)

حکمائے متقدمین کے نزدیک زمین کا مرکز عالم ہے اور تمام سیّارات و افلاک اس کے گرد گردش کرتے ہیں ان کے خیال میں تمام عوالم تیرہ کروں میں محدود ہیں چار کرہ عنصری۔ سات کرۂ فلکی سبع سیارہ کے۔ ایک کرۂ فلک الثّوابت اور ایک فلک الافلاک کا۔ ان تیرہ میں ایک کرۂ زمین مصمت ہے اور ۱۲ مجوّف۔ یہ کرہ ایک دوسرے پر پیاز کے چھلکوں کی طرح تہ بہ تہ ہیں۔ چار مشہور عنصری کرۂ خاک و آب و باد و آتش

کہ جس ظنی اور خیالی بات کا ابطال مشاہدہ و تحقیق اور تجربہ سے ہو جائے پھر بھی
اُس کو باور کرنا داخل دانشمندی نہیں۔ حکمائے سابقین کی تحقیقات جس پر ہمارے
علمِ نجوم کی بنیاد ہے اگر غلط ثابت ہو جائے (اور بلا شبہ غلط ثابت ہے) تو ظاہر
ہے کہ مروجہ علم نجوم کی عمارت کا کثیر حصہ منہدم ہو جائیگا اور کسی سمجھدار شخص کو اس
پر اعتماد نہ رہیگا ؀

جس طرح دو نقطوں کے درمیان ایک ہی خط مستقیم کھنچ سکتا ہے اور تصویر کا
روشن پہلو ایک ہی ہوتا ہے اسی طرح ایک سبب کے دو مختلف نتیجے نہیں نکل سکتے
مثلاً مثلث کے کوئی سے دو ضلع مل کر تیسرے سے بڑے ہوتے ہیں اور مثلث
کے کوئی دو ضلع مل کر تیسرے سے چھوٹے ہوتے ہیں۔ کیا یہ دونوں دعوے صحیح ہیں
ہرگز نہیں ایک ان میں غلط ہے اور ضرور غلط ہے۔ نظام جدید جو نظامِ بطلیموسی
سے بالکل مخالف واقع ہوا ہے بہت کچھ تحقیق و تدقیق و تجربہ و مشاہدہ پر مبنی ہے
اس نظام کے دست تعدّی سے فلک الثّوابت ٹوٹ گیا۔ اور فلک اطلس کی
دھجیاں اُڑ گئیں۔ زمین جو مرکز عالم تھی اب آفتاب کی بلا گرداں ہو رہی ہے اور
قمر جو فلک اول کا مالک تھا زمین کا بال باندھا غلام ہے۔ تحقیقات جدید سے
نظام شمسی کا مرکز آفتاب ہے جس کے گرد فیض پانے کے لئے زمین اور دیگر سیارے
گردش کرتے ہیں۔ ہمارے اہل تنجیم کی کوتاہ بین نظر صرف سبع سیارے پر ہے
اس لئے وہ اُن کے سعد و نحس تاثیر کے قائل ہیں ان کو وہ پونے دو سو کے

حرکت جُداگانہ ہے لیکن فلک الافلاک کی حرکت وضعی سے آٹھوں فلک اور سیّارے وابستہ ہیں۔ تمام افلاک مثل شیشہ کے شفاف ہیں۔ دم دار سیارہ اس طرح بنتا ہے کہ بخاراتِ زمین عارضی سبب سے صعود کرکے کُرۂ آتش تک پہنچنے سے مشتعل ہو جاتے ہیں اور حرکتِ قمری فلک کے تابع ہو کر چند روز دم دار شکل نظر آکر بتدریج فنا ہو جاتے ہیں۔ یہ ہے خلاصہ پچھلی تمام تحقیقات کا جو ہمارا سرمایۂ افتخار رہے اور اسی پر ہمارے معتقدہ نجوم کا دار و مدار ہے۔ وضاحت کے لئے نقشہ ذیل ملاحظہ ہو۔



بے شک ہم اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ جس بات کا ہمیں کچھ بھی علم نہیں اس کو ہمارا غلط کہنا سراسر سفاہت و جہالت ہے مگر یہ بات بھی قابل تسلیم ہے

مثلاً مدّ و جزر کا سبب کشش خورشید و قمر ہے۔ بحر محیط کا پانی ہمیشہ متلاطم رہتا ہے قمر کے باعث اس کا پانی سمٹ کر ایک جگہ ڈھیر ہو جاتا ہے اور جب قمر افق کی جانب بڑھ جاتا ہے تو پانی پھر اپنی اصلی جگہ لوٹ آتا ہے چھ گھنٹہ تک سمندر کا پانی چڑھتا ہے اور چھ گھنٹہ تک اُترتا ہے تمام بحر محیط میں یہ اُتار چڑھاؤ برابر رہتا ہے اور چڑھاؤ میں زیادہ سے زیادہ ۱۲ منٹ سے زاید پانی ایک حالت میں نہیں رہ سکتا اگر خورشید و قمر ایک ہی سمت ہوں یعنی ایک ہی وقت میں ایک ہی مقام پر عمل جذب جاری ہو تو کشش بہت زیادہ ہوتی ہے اس کو مدّ الشّدید یا مدِّ اجتماعی کہتے ہیں مگر جب چاند اور سورج مختلف سمتوں سے سمندر پر عمل کرتے ہوں تو کشش زیادہ نہیں ہوتی اور اس کو مدِّ اختلافی یا مدّ الخفیف کہتے ہیں۔ یہ جزر و مد اور جو دھاریں اس سے پیدا ہو کر مختلف سمتوں میں رواں ہوتی وہ پانی کو ہمیشہ متحرک رکھتی ہیں اب اس مشاہدہ اور تجربہ اور علمی تحقیقات کے بعد مد و جزر کا باعث خورشید و قمر قرار دئے جاسکتے ہیں اور کہا جائیگا کہ قادر مطلق نے اپنی قدرتِ کاملہ سے یہ قوت قمر یا خورشید کو دی ہے جس کا عمل برابر یکساں حالت میں جاری ہے اور برابر جاری رہیگا۔ اب ایک منجم ماہ و آفتاب کے قِران کو منحوس بتلاتا ہے مگر یہ اچھی لغویت ہے کہ اس سے بمبئی میں تو طاعون کا زور ہے اور مدراس مَضئُون۔ اضلاع غرب و شمال تو خشک سالی سے تباہ ہیں اور صوبہ بنگال بروقت و باموقع بارش سے مالا مال انہیں دور دست صوبہ جات میں کیوں سرگرداں رہئے ایک ہی شہر ایک

قریب جدید سیارہ معلوم نہیں جو داخل نظام شمسی ہیں اگر زحل یا مشتری دور دست سیاروں کی تاثیر سے ہم متاثر ہوتے ہیں تو جو جدید سیّارہ ان کی نسبت ہم سے زیادہ قریب ہیں اُن کے نیک و بد کا ہم پر کیوں نہ اثر ہوگا ؟

اگر یہ کہا جاے کہ ان سیاروں کا نیک و بد اثر بھی ہوتا ہے مگر ہم کو ان کا علم نہیں تو گویا یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ ہمارا علم نجوم نامکمّل ناقص اور ادھورا ہے- اس جگہ ایک سوال اور بھی پیدا ہوتا ہے کہ خود کرۂ زمین کا جو ہمارا امن اور مسکن زندگی ہے ہم پر کیا نیک و بد اثر ہے- آخر یہ زمین ہی کی کشش کا اثر ہے کہ ہم کسی تدبیر سے اس سے باہر نہیں جا سکتے- ہمارے اجسام ایک مقررہ پیمانہ سے بے انتہا زاید نہیں ہو سکتے- خاکی مخلوق کے قد آبی مخلوق سے زیادہ طویل نہیں ہوتے- پختہ پھل زمین پر ٹوٹ کر زمین پر گرتا ہے- اُچھالا ہوا گیند لوٹ کر ہاتھ میں آجاتا ہے- چلایا ہوا تیر آخر کار رُک جاتا ہے- اگر کششِ ارض نہ ہوتی تو یہ گیند اور تیر ہمیشہ خطِ مستقیم چلانے نا منتناہی الالحاد میں رواں رہتے- جب یہ تاثیرات ارض مسلم ہیں تو ان کے مقابلہ میں وہ تاثیرات بتلائی جائیں جن کو سعد و نحس سے تعبیر کر سکتے ہوں- جس طرح خدا نے زمین کو بعض تاثیرات عطا کی ہیں سیّاروں کو بھی اسی قسم کے اثرات دئے ہوں تو کیا تعجب ہے مگر اس قسم کے اثرات کا اعتقاد رکھنا کہ انسانوں کی خوش قسمتی یا بدنصیبی افلاس و غربت یا امارت ان کے متعلق ہے سواے اوہام پرستی کے اور کچھ بھی نہیں ؟

سے باہر ہیں۔ ان کو معلوم ہی نہیں کہ مشتری کے چار قمر زحل کے آٹھ قمر یورنیس کے چھ مریخ کے دو اور نیپچوں کا ایک قمر ہے یعنی قمر ارض کے علاوہ ۲۲ قمر اور بھی موجود ہیں +

سبع سیارہ میں اور کسی کا ہو یا نہ ہو آفتاب کا اثر اناج کے اُگانے۔ ثمر و غلہ کو پختہ کرنے بارش لانے ذی حیات کو فائدہ پہنچانے ہوا چلانے میں مسلّم ہے لیکن ملحوظ رہنا چاہئے کہ آفتاب سیّارہ نہیں ثابت ہے اور آفتاب کا فیض علمی طریق سے ثابت ہے ظنی و وہمی نہیں تمام مخلوق کے لئے یکساں ہے اور یکساں ہیگا۔ وحش و طیور امیر و غریب انسان و حیوان کی کچھ تخصیص نہیں اس کے اوپر دوسرے سیاروں کا قیاس مع الفارق ہوگا۔ ہمارا کرۂ ارض نظام شمسی کا ایک ظلمانی سیّارہ ہے اور جس طرح عطارد۔ زہرہ۔ مریخ۔ مشتری وغیرہ داخل نظام شمس ہونے سے آفتاب سے فیض پاتے ہیں۔ یہ بھی (یعنی کرۂ ارض) فیض پاتا ہے مگر یہ فیض پانا ایک معیّنہ قاعدہ پر ہے سعد و نحس کی طرح اٹکل پچّو نہیں کہ آفتاب صاحب برُج حمل میں تشریف لا کر ایک سہیلی کے تولید فرزند اور دوسری کے اسقاط حمل کا باعث ہوں +

...... صاحب اپنے بسط مضمون میں سبع سیارہ کی تاثیر سے ہوا کا چلنا تحریر فرماتے ہیں ہم تو اس اِدّعاے محض کا مطلب کچھ بھی نہیں سمجھ سکے کہ مریخ و زحل و مشتری یا عطارد و زہرہ کا کیا اثر ہوا کے چلنے پر ہے۔ تحقیقات جدید سے تو اسی

ہی محلہ ایک ہی گھر میں زید خوش ہے خالد ناشاد عمر علیل ہے اور بکر تندرست فضہ اولاد کو ترستی ہے اور زینب کثرت اولاد سے تنگ ۔ یہ کون کہتا ہے کہ خدا نے اتنے بڑے بڑے کرہ بیکار بنائے۔ ریت کا ایک ذرہ بھی بیکار۔ کائی کا ایک ریزہ بھی عبث نہیں مگر جو خاصیت خدا نے کسی چیز کو دی ہی نہیں وہ زبردستی کیوں اس کے سر منڈھی جاتی ہے۔ قمر کا پانی پر اثر مسلّم جیسا کہ اوپر بیان ہوا مگر یہ خیال کہ آگ بھی اس کی کشش سے بھڑکتی ہے آندھیاں بھی اس کے اثر سے آتی ہیں مخلوق کی خلقت میں بھی اس کا دخل ہے۔ کسی کی ملازمت۔ کشائش زرق اور تنگ دستی اولاد کا ہونا نہ ہونا اس کے متعلق ہے غلط سرتاسر بالکل غلط یقیناً غلط ؂

ہماری شارٹ سائٹڈ منجمین ایک طرف تو سیارات جدید کے علم سے محروم ہیں جو مشتری و مریخ و زہرہ وغیرہ کی طرح داخل نظام شمس ہیں ورنہ وہ بھی کسی فلک کلّی یا جزی سے منسوب کئے جاتے اور دوسری جانب اُن کی نظریں فلک الثوابت سے ٹکرا کر رہ گئیں ورنہ یورینس کا دخل سعد ونحس میں ہونا اور نیپچون کا بھی ۔ یہ اُن تمام سیاروں سے باہر جو آفتاب کے گرد گردش کرتے ہوئے دریافت ہوئے ہیں مانا گیا ہے ہماری زمین کے مدار کا محیط قریباً ۵۸ کروڑ میل ہے اور اُس کے محیط کا مدار ۱۸ ارب میل ہے اور یہ خود آفتاب بھی ۱۰۰۰۰۶۴۷۲۳ میل ہے ہمارے منجمین شاید کسی عمل سے قمر ارض کو اپنا تابع بنا سکتے ہیں یہ عمل دنیا بھر کی ضروریاتِ انسانی کو کافی ہو مگر دوسرے اقمار اُن کے دست رس اور تاثیرِ عمل

ہواے موسمی کی رفتار وطرح پر ہے جب آفتاب خطِ استوا کے شمال میں ہے تو یہ
جنوبی مغربی گوشہ سے چلیگی اور جب آفتاب خط استوا کے جنوب میں ہے تو گوشۂ
شمال مشرق سے چلیگی۔ اسی طرح باد مغرب بادِ سموم باو غیر معین کے کئی علمی وجوہ
موجود ہیں اور سب کا باعث شمس کی حرارت اور زمین اور اُس کی متعلقہ چیزیں ہیں
سبع (سیارۃ) سیارہ کی تاثیر کا اس میں کچھ دخل نہیں۔ امید ہے کہ نجوم کے ولدا
اصول نجوم سے اس کی تشریح فرمائینگے تاکہ ہم کو معلوم ہوجاے کہ ہوا کے چلنے
میں دیگر سیارات کا کیا دخل ہے +

علیٰ ہذا غلہ اور ثمر پیدا اور پختہ ہونے میں ابر و بارش میں بھی حرارت آفتاب کے
سوا کسی سیارہ کا دخل نہیں ہاں وہم کا مرض لاعلاج ہے کہ فصل کے اچھے بُرے
ہونے کو خواہ مخواہ حرکتِ سیارگان سے منسوب کیا جاے۔ اگر کوئی صاحب
ہم سے یا پروفیسر ضیاءالدین احمد صاحب[1] اور اُن کے ہم خیال دوستوں سے متفق
نہیں تو اُن کو بروے علمی دلائل کے اپنے دعوے کو ثابت فرمانا چاہئے۔ محض ادّعا
کافی نہیں +

نمبر ۲

علم ہیئت کے ذکر میں . . . . . . صاحب علم نجوم کی حمایت کرتے ہوئے
لپلس منجم یورپ کے اقوال اپنے بیان کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ کہ عرب منجمین کی

[1] جنکا مضمون صفحہ ۳۳ پر درج ہے +

قدر ثابت ہے کہ کرۂ ارض کے چاروں طرف ۴۵ میل تک ہوا محیط ہے خطِ استوا
کے اطراف میں مابین مدارج منطقہ حارّہ ۲۳½ درجہ میل کُلّی راس سرطان تک
شمال میں اور اسی قدر میل کلّی راس جدی تک جنوب میں آفتاب کی شعاعیں سال
بھر میں دو دفعہ سیدھی پڑتی ہیں۔ ہوا گرم ہو کر سبک ہو جاتی ہے اور قطبین کی سرد
ہوا اس کی جگہ پُر کرنے کے لئے آتی ہے۔ پس ہوا میں ایک تموّج و تلاطم پیدا ہوتا
ہے یہ ایک سبب ہوا کے چلنے کا ہوا۔ اب زمین بھی متحرک ہے اور ۲۴ گھنٹہ میں
اپنے محور پر گھوم جاتی ہے یعنی ایک گھنٹہ میں قریباً ایک ہزار میل اس کی گروش
محوری ہے۔ ہوا چونکہ نہایت لطیف ہے اور جذب اِنصال کی قوت اس میں بالکل
نہیں لہذا گروش زمین کا اثر ہوا پر بھی ہوتا ہے اور وہ متحرک رہتی ہے خط استوا
پر زیادہ اور اس کے دونوں جانب بتدریج کم ؎

زمین کے غار اور پہاڑ اور جنگل اور شعاع مہر کا سیدھا اور ترچھا پن بادل
و بارش ہوا کی رفتار میں اختلاف پیدا کر دیتے ہیں تاہم حکما نے تمام امور کا تجربہ
کر کے ہوا کی رفتار کا حساب لگایا ہے کہ ایک گھنٹہ میں باد نسیم (سست رفتار)
ایک میل۔ بادِ صبا (نرم رفتار) ۵ میل۔ باد موافق (تھوڑی تیز) ۱۲ میل۔ باد شُرط
(زیادہ تیز) ۲۵ میل۔ باد صرصر (تند ہوا) ۴۰ میل۔ باد مخالف ۵۰ میل۔ بادِ
طوفان ۹۰ میل چلتی ہے۔ خط استوا کے دونوں طرف ۳۰ درجہ تک ہوا ہمیشہ
ایک ہی سمت کو چلتی ہے اور باد معین یا بادِ تجارت کہلاتی ہے ہوائے فصلی یا

سیارات سبعہ کا اثر ہوتا ہے اور عرب منجمین بھی یہی اعتقاد رکھتے ہیں۔ بیشک اہل
عرب نے ثوابت سیاروں کے نام رکھے اور اُن کو مرصود کیا لیکن اس کا علاقہ مروجہ
اور متقدمہ علم نجوم سے کچھ بھی نہیں۔ یہ تحقیقات اپنے وقت کے اعتبار سے غنیمت
تھی مگر مکمل نہیں۔ متقدمین نے کل ۱۰۲۵ ثوابت مرصود کئے تھے اور اب بیشمار
ثوابت معلوم ہوئے ہیں۔ ایک کہکشاں ہی میں صدہا و ہزارہا ثوابت ہیں۔ متقدمین
کے نزدیک یہ ۱۰۲۵ ثوابت ۴۸ اشکال میں منقسم تھے مگر اب ۲۴ شکلیں اور
دریافت ہوئی ہیں۔ دُبِّ اصغر میں جو ایک شمالی شکل ہے قدما نے آٹھ ثوابت
لکھے تھے اب ۲۶ ہیں۔ دُبِّ اکبر میں (یہ بھی شمالی شکل ہے) ۳۵ ستارے تھے
اب ۱۰۵ شمار ہوئے ہیں۔ رہنین میں (شکل شمالی) ۳۲ سمجھے جاتے تھے اب ۸۷
ہیں۔ غرض قدیم تحقیقات کا نامکمل ہونا ہر طرح ثابت ہے۔ تاہم اُن صاحبوں کی
عزت واجب ہے جنہوں نے باوجود آلات کافی نہ ہونے کے بہت کچھ علم نجوم کی
تدوین میں محنت کی اور اپنی تحقیقات کو اوہام و لغویات پر نہیں بلکہ زیادہ تر علمی طریقہ
پر منحصر رکھا۔ اگر یہ تحقیقات کہیں غلط ہے یا اوہام پر مبنی تو وہ حصہ قابل ترک ہے
ضرور نہیں کہ ہم آنکھ بند کر کے ہر امر کو تسلیم کر لیں۔ اب میں دکھانا چاہتا ہوں کہ شرع
شریف میں اس (تنجیم) کی بابت کیا کہا گیا ہے۔ . . . . صاحب اس
امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ شارع نے کاہنوں اور نجومیوں سے حال دریافت کرنے کو منع
فرمایا ہے مگر وہ اس کی وجہ یہ قرار دیتے ہیں کہ ایک فرقہ نے ان کی تاثیرات کو دیکھ کر

بدولت کسوف وخسوف وقران کا حال منکشف ہو گیا عربوں نے آلات نجوم بنائے پانی کی گھڑیاں شیشۂ ساعت دھوپ گھڑی وغیرہ انہیں کی ایجاد ہے۔ چاند سورج ستاروں کی گردش کا حساب لگا کر موسم وسال وماہ کا حساب ٹھیک کر لیا۔

اور اہلِ عرب نے ثوابت وسیاروں کی فہرست ہی تیار نہیں کی بلکہ اُن کے مقامات مقرر کئے اور نام رکھے جو اب تک یورپ میں مشہور ہیں۔ یہ خلاصہ اُس تائیدی بیان کا ہے جو ۔۔۔۔ صاحب پیش کرتے ہیں اسے پڑھ کر تعجب کے ساتھ ہنسی بھی آتی ہے کہ آخر اس کا تعلق مروجہ نجوم سے کیا ہے۔ اس قسم کے اصول نجوم کا نہ پروفیسر ضیاء الدین احمد صاحب کو انکار ہے نہ کسی دوسرے صاحب علم وفضل کو۔ اگر شب وروز کو ۲۴ ساعت مساوی میں تقسیم کر کے پانی کی گھڑی یا شیشۂ ساعت یا دھوپ گھڑی بنائی گئی تو یہ محض ایک خیالی بات ہے اگر دس یا بیس مساوی حصوں پر شب وروز کی مدّت تقسیم کر دی جاتی تو بھی پانی کی گھڑی اور شیشۂ ساعت وغیرہ تیار ہو سکتے ہیں اور جیب گھڑی اور کلاک بن سکتے ہیں۔ بحث تو اس پر ہونا چاہئے کہ عرب منجمین نے گردشِ فلکی سے سعد ونحس کا حساب لگایا۔ اور یورپین علما نے اس کو کسی طرح قبول کیا۔ سیاروں کی گردش سال وماہ کا حساب موسموں کا تبادلہ۔ کسوف وخسوف کی کیفیت یہ سب علم ہیئت کے متعلق ہیں عرب منجمین نے نامزد کیا تو کیا اور مسئلہ ہیئت سمجھا تو کیا۔ مگر ۔۔۔۔ صاحب کا وہ دعوے تو اس بیان سے پورا نہ ہوا۔ کہ مخلوق کی پیدائش اور انسان کی خوش قسمتی و بدطالعی پر

مثلاً یہ نہیں بتلایا جاتا کہ قمر جب برج عقرب میں ہے تو ایک ہی گھر میں خالد زبیدہ پر اس کا اثر جدا جدا کیوں ہے۔ و نیز دیگر دو توام بھائی جو ایک ہی سیارے کے زمانہ حکومت میں پیدا ہوئے کیوں جداگانہ مزاج۔ جداگانہ قسمت جداگانہ عادت رکھتے ہیں۔ پروفیسر ضیاءالدین احمد صاحب تو غالباً کسی جہاز کو باب المندب پہلے جاکر دو مختلف مقامات کی بابت بحث کرتے ہیں مگر ہمارا سوال تو ایک ہی گھر بلکہ ایک ہی وقت کے زائیدہ توام بچوں کی بابت ہے۔ عربی کا ایک مقولہ ہے اذا جاء (یا طلع) الشمس فی المیزان برد الماء فی الکیزان۔ (یعنی جب سورج میزان میں آیا کوزوں میں پانی ٹھنڈا شروع ہوگیا) اب یہ حالت عام ہے امیر کے یہاں بھی غریب کے یہاں بھی جاہل۔ عالم۔ مومن۔ کافر کے یہاں بھی کوزوں کا پانی سرد ہونا شروع ہوجائیگا اسی ماہ ستمبر کی بائیس کو باعتبار طریق الشمس یا طریق الارض شمس برج میزان میں آجائیگا اور مقولہ بالا کی تصدیق ہوگی۔ تعجب ہے کہ یہاں تو شمس کا اثر واحد اور انسانوں کی قسمتوں پر جدا جدا۔

..... صاحب سیارات کے سعد و نحس کے قائل ہونے کے علاوہ یہ خیال بھی رکھتے ہیں کہ جواہرات اِن سیاروں کی تاثیر کو بدل دیتے ہیں یا بالکل زائل کردیتے ہیں۔ جب ..... صاحب اس بیان کی تشریح فرمائینگے تو وہ بہت ہی دلچسپ تشریح ہوگی اور اُس وقت اس کی بابت کچھ عرض کیا جائیگا سردست اتنا ہی بیان کرنا کافی ہے کہ جواہرات کی بابت بھی بہت غلط خیال لوگوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔

انکے فاعل بالذات ہونے کا یقین اپنے دلوں میں ملا لیا ہے۔ شاید یہ وجہ صحیح ہو مگر ایک خیال گذرتا ہے کہ اس صورت میں تو علاج بالادویہ بھی ممنوع ہوتا کیونکہ ہم دواؤں کی تاثیرات کو دیکھکر ہم ان کو فاعل بالذات نہ تصور کرلیں اور متصرف فی الامور بنجھ بیٹھیں افسوس کہ میرے پاس سفر میں کوئی کتاب نہیں کہ مفصل احادیث کا حوالہ دیا جاتا تاہم کنز الاخلاق سے چند حدیثیں نقل کرتا ہوں۔

(۱) لاتاتوا الکہنات (غیب کی خبر دینے والے جھوٹے ہیں اُن کے پاس نہ جاؤ)۔

(۲) من اقتبس العلم من النجوم اقتبس شعبۃ من السحر۔ (ترجمہ۔ جو علم نجوم حاصل کرتا ہے وہ جادو سیکھتا ہے)۔

(۳) المنجم کاھن والکاھن ساحر والساحر کافر۔ (منجم کاہن ہے اور کاہن جادوگر اور جادوگر کافر۔ نعوذ باللہ من ہذا)۔

اس سے بڑھ کر اور کیا وعید ہو سکتا ہے کہ منجم کو کافر کہا گیا۔ بس اگر ایسا علم کوئی علم بھی ہو تو اس قابل نہیں کہ ایک مومن دین دار اُس کو سیکھے یا اُس کا قائل ہو شارع علیہ الرحمۃ ایک طرف علم کو فرض فرمائے اور چین تک اُس کے طلب میں جانے کا حکم دے اور دوسری جانب نجوم کی یہ تہدید کرے تو ہم بآسانی اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں کہ مروجہ علم نجوم کوئی علم نہیں۔ ہم کب کہتے ہیں کہ سیاروں میں کوئی اثر نہیں یا وہ فضول بنائے گئے ہیں مگر وہ تاثیرات ثابت نہیں جو تم خواہ مخواہ سیاروں سے منسوب کرتے ہو اور جو تمام تر اوہام پر مبنی ہیں اور جو کبھی علمی طور پر ثابت نہ ہوسکینگی

L2417

پاتے ہیں اور جن خاندان میں ان اوہام کی پابندی نہیں وہاں بھی سلسلۂ راحت و رنج مرگ و حیات جاری ہے۔ وہ خیال کرتا ہے کہ بڑے بڑے امیر فارغ البال اشخاص بھی باوجود جواہرات کے ڈھیروں کے سبع سیارہ کی تاثیر سے (اگر واقعی ان میں کوئی تاثیر ہو) مصئون نہیں اور متوسط الحال و غریب لوگوں کی بھی یہی حالت ہے۔ چاند گرہن اور سورج گرہن میں بعض حضرات حاملہ عورات کی بہت حفاظت کرتے ہیں کہ زیادہ آسان نہ جائیں چلیں پھریں نہیں۔ مگر میرے خاندان میں اور بہت سے اور گھرانوں میں اس کی مطلق پابندی نہیں اور آج تک بفضل خدا ایک بچہ بھی ناقص الخلقت پیدا نہیں ہوا غرض ان تمام باتوں کا مدار زیادہ تر اوہام پر ہے مضمون طویل ہو گیا لہذا باقی مطالب پر پھر بحث کرونگا +

نمبر ۳

فاضل مضمون نگار . . . . صاحب کا طویل مضمون بہت سے مطالب و معانی پر مشتمل ہے جن پر تفصیلی بحث کی ضرورت ہے نہ فرصت مگر بہ فحوائے من لا یدرک کلہا لا یترک کلہا بعض امور پر اجمالی نظر ڈال کر پھر اصل بحث پر گفتگو ہوگی۔ قابل مضمون نگار نقوش و حروف تہجی کی تاثیرات کا یہ ثبوت دیتے ہیں کہ کسی شخص کو فخر خاندان کہا جائے تو وہ کس قدر مسرور ہوگا اور اگر خر نا شخص وغیرہ کہہ دیا جائے تو کتنا ملول و مغموم۔ بلاشبہ ان الفاظ کا اثر فہم اور ادراک کے بعد ہے

زمرد کی نسبت مشہور ہے کہ اس کے دیکھنے سے افعی اندھا ہو جاتا ہے چنانچہ غالب
مرحوم اس خیال کو شاعرانہ پیرایہ میں ادا کرتا ہے ؎ سبزۂ خط سے ترا کاکل سرکش
نہ دبا - یہ زمرد بھی حریف دمِ افعی نہ ہوا - مگر پھر بھی غالب مرحوم اپنے رقعات
میں لکھتا ہے کہ "تلاش کر کے افعی منگائے گئے اور زمرد ان کے سامنے رکھے گئے
کچھ بھی نہ ہوا" دُرِ نجف کی نسبت مشہور ہے کہ اس کا پاس رکھنے والا آگ سے
نہیں جلتا کسی شخص کو دُرِ نجف دے کر اور ایک چنگاری اس کے ہاتھ پر رکھ کر اس
کا تجربہ کر لینا کافی ہے -

جس طرح جواہرات سبع سیارہ کے سعد و نحس کا اثر باطل کرتے یا بدل دیتے
ہیں عوام الناس میں انسان و حیوان کی نظر جن و پری کے اثر سے بچنے کے لئے
مختلف عمل کئے جاتے ہیں سیپ کے ٹکڑے شیر کا ناخن کچھوے کی کھوپری ریچھ
کے بال ٹوٹی ہوئی کوڑیاں نیلے گنڈے چوراہے کی خاک اور سپاری وغیرہ
سب نظر کا اثر باطل کرنے کے مجرب و آزمودہ نسخے ہیں - صاحب ان
تاثیرات کا انکار نہیں کر سکتے ہیں - کیونکہ بموجب اپنے اصول موضوعہ کے جس بات
کا ان کو علم نہیں اس کا انکار کب جائز ہوگا مگر ایک منصف مزاج و آزاد خیال کہہ سکتا
ہے کہ ستاروں کے سعد و نحس کی طرح یہ باتیں بھی اوہام پر مبنی ہیں اور بعض حالتوں
میں منجر بکفر - کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ جن بچوں کے گلے میں شیر کا ناخن اور تعویذوں
کا انبار ہوتا ہے وہ بھی بیمار ہوتے ہیں اور مرتے ہیں مختلف قسم کی تکالیف و زحمت

ہوں غالباً اکثر ناظرین اُس فضول قصہ سے واقف بھی ہونگے۔ پھر فاضل مضمون نگار فرماتے ہیں کہ ہم ہر بار قل هو الله احد پڑھیں ہرگز وہ اثر نہ ہوگا جیسا کہ عامل کی ترکیب سے اور ۱۵ کا نقش دُنیا بھر کی ضروریات انسانی کو کافی ہے۔ ہم نامہ نگار صاحب کی تحریر کا ادب کرتے ہیں مگر مکرّر یہ کہنے سے باز نہیں رہ سکتے کہ جن آیات یا نقوش میں خدا نے جو تاثیر نہیں دی وہ کیوں اُس سے منسوب کی جاتی ہے۔ اس ۱۵ کے نقش کا عامل دنیا بھر کی ضروریات تو اس نقش سے کیا نکالیگا اگر وہ بلا مدد آگ اور پانی کے کھچڑی اس نقش کی تاثیر سے پکا دے (دوسری کوئی لاگ نہ ہو) تو ہم پانچ روپیہ نذرانہ دینے کو موجود ہیں اور ایڈیٹر البشیر کے پاس پیشگی روپیہ جمع کرنے کو تیار۔ کھانا پکانا بھی ضروریات انسانی میں داخل ہے اور ہم سننا چاہتے ہیں کہ عامل صاحب کہاں تک بہ مدد نقش یہ ضرورت پوری کر سکتے ہیں۔ قابل مضمون نگار بالاجمال شگون کا بھی ذکر کرتے ہیں اور اس کے حیرت انگیز واقعات کے قائل ہیں۔ ہم بھی اختصاراً ایک حدیث لکھتے ہیں۔ ح۔ العافیۃ والطریق والطیرۃ من الجبت (ت) جانوروں کی بولی اور ہندسوں اور کنکریوں سے فال و شگون لینا مشرکوں اور دھوکا دینے والوں کی بات ہے۔ (دیکھو کنز الاخلاق)۔ ہمارے زیرک و قابل مضمون نگار کیمیائے معروف کے بھی مقر ہیں وہ اسے نایاب نہیں بلکہ کمیاب بتاتے ہیں وہ ایک دھات سے دوسری دھات کے قلب ماہیت کے قائل ہیں اور یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ تانبے اور جست سے پیتل تیار ہوتا ہے قلب ماہیت کا ہونا تو اسی سے

اگر ایک مجنون یا بدمست یا طفل لایعقل یا شخص خوابیدہ کو یہ الفاظ کہے جائیں تو مطلق نیک و بد اثر نہ ہوگا یا کسی سمجھ دار شخص کو بند لفافہ میں یہ الفاظ دیئے جائیں جیسا کہ تعویذ و نقوش کا حال ہے تو بھی کوئی اثر مترتب ہونا معلوم۔ یا ایسے خط میں لکھ کر دیئے جائیں جس کو وہ پڑھ نہ سکے مثلاً رومن یا بھاکا میں تو بھی کوئی اثر نہ ہوگا۔ فاضل مضمون نگار نے جو مثال پیش فرمائی وہ بالکل ان کے دعوے کی مؤید نہیں اب بحث طلب امر یہ ہے کہ بخار کے لئے ایسے بے معنی نقوش و الفاظ کا کیا اثر ہوگا طحح طحح طحھہ ااا 8 اام ۳ ۸ اگر حروف تہجی میں واقعی کوئی تاثیر الفاظ و فقرات بنانے کے علاوہ ہے تو انگلش یا سنسکرت یا چینی حروف تہجی نے کیا قصور کیا ہے کہ ان کی تاثیرات کا اقرار نہ کیا جائے اور صدہا منتر اور جنتر اور جھاڑ اور پھونک کے لونا چماری والے بے معنی فقروں کو فضول کہا جائے۔ مسلمانوں میں ضعیف الاعتقادی کی بیماری ایسی ساری ہے کہ جن فقرات کا صاف مطلب بھی معلوم ہو جاوے مگر روایتاً اُن کی عجب تاثیر کا حال معلوم ہوا اُن مہملات کو بھی تو ترک نہیں کرتے مثلاً آسانی وضع حمل کے لئے جو شعر ذیل حاملہ کے بازو پر باندھا جاتا ہے فاضل نامہ نگار اور دیگر سنجیدہ اصحاب غور فرماویں کہ وضع حمل سے اس کا کیا تعلق ہے ؎

مرا جا شد خرم را نیز جا شد   زنِ دہقاں بزاید یا نہ زاید

(مجھے جگہ مل گئی اور میرے گدھے کو جگہ مل گئی۔ دہقان کی جورو جنے یا نہ جنے)

اس شعر کے متعلق جو روایت ہے بے بنیاد مشہور ہے بوجہ طوالت اس کو ترک کرتا

مرکب ہونگے تو دو عناصر مل کر بجاے ایک مرکب تیار ہونے کے ایک اور عنصر پیدا ہوگا (قہقہہ) اول تو پارہ کا کشتہ پارہ اور کسی بوٹی کا مرکب بنا اور پھر اسی مرکب میں رانگ یا تانبا مل کر بجاے مرکب کے مفرد ہوگیا (مغقول) محال عقلی ہے کہ ایک عنصر کسی دوسرے مرکب یا عنصر سے مل کر دوسری صورت اختیار کرے اور پھر بجاے مرکب کے عنصر کہلائے۔ چاندی اور سونا ملا کر جوڑا بنانا درست مگر سونا بنانا غلط۔ کیمیاے معروف کا اصول ہی غلط اور خلاف عقل۔ نہ صرف ہماری عقل کے بلکہ عقل انسانی کے خلاف قوانین فطرت کے خلاف مشاہدہ و تجربہ کے خلاف علم و عمل کے خلاف انسان کسی دوسرے شخص کو اپنے سے بہتر ہونا پسند نہیں کرتا مگر باپ کی یہ قدرتی خواہش ہوتی ہے کہ بیٹا ہر علم و فن میں اُس سے بڑھ جائے مگر فن کیمیا اگر کوئی فن ہے تو ایسا نامعقول ہے کہ بھائی بھائی سے اور باپ بیٹے سے دریغ کرتا ہے یہ اچھا فن ہے جس کی نہ تدوین کر سکیں نہ تعلیم دے سکیں جس سے نہ خود متمتع ہوں نہ دوسروں کو تمتع حاصل کرنے دیں۔ کیمیا گروں میں ایک شعر مشہور ہے ؎

کیمیا و سیمیا و ریمیا　　این نباشد جز بذاتِ اولیا

شاید یہ تینوں عجیب و غریب فن اولیا ہی کو آتے ہوں مگر اولیا اللہ بھی اپنا خلیفہ بناتے ہیں اور اُن کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے مگر تعجب ہے کہ فنِ کیمیا وہ بھی شاگردوں اور مریدوں کو نہیں بتلاتے شاید سیمیا و ریمیا بتا دیتے ہوں مگر ہم نہ ان علوم سے آگاہ ہیں نہ ان پر ہمارا بحث کرنا مقصد ہے صرف کیمیا کے سیمیائی اور طلسمی جلوے

ثابت ہوگا۔ یہ عجیب وغریب دلیل ہے جس کا سمجھنا ہمارے لئے قریباً دشوار ہے۔
تحقیقات جدیدسے ۷۰ کے قریب عناصر معلوم ہوئے اور اس سے زائد ہوں تو کوئی
عجب نہیں۔ سونا۔ چاندی۔ پارہ۔ لوہا۔ تانبا۔ رانگا۔ گندھک وغیرہ یہ سب مفرد
عنصر ہیں اب پیتل ہو یا کوئی اور چیز جو دو یا زیادہ عناصر سے مل کر تیار ہوگی وہ ہمیشہ
مرکب کہلائیگی نہ کہ قلب ماہیت سمجھ کر اُس کو مفرد اور بسیط کہینگے +

دو یا زائد عناصر مل کر صورت دوسری ہو جاتی ہے مگر عناصر کی اصلیت میں فرق
نہیں آتا۔ شنگرف مرکب ہے گندھک اور پارہ کا۔ جب پارہ اس سے جدا کر لیا جاتا
ہے گندھک رہ جاتا ہے اور تجربہ اس کا شاہد۔ پانی مرکب ہے ۸ حصہ اکسیجن اور
ایک حصہ ہیڈروجن کا۔ جب یہ علیحدہ علیحدہ کر دئے جائیں تو پانی کی صورت باقی
نہ رہیگی اور جب باہم ملا دئے جائیں تو پانی بن جائیگا مگر صورت عناصر بدل جائیگی +
نیلا تھوتھا مرکب ہے تانبا گندھک اکسیجن کا۔ ثبوت یہ ہے کہ جب اکسیجن
اور گندھک نکال دئے جائیں تو تانبا رہ جائیگا۔ جست اور تانبے کے ملنے سے
جو چیز (پیتل) بنی ہے وہ عقلاً عملاً مرکب ہے اُس کو قلب ماہیت تصور کر کے
ایک جدید مفرد سمجھنا ایسا ہی ہوگا کہ کوئی شخص دال اور چاول ملا کر کھچڑی ابنا کا پکالیے
اور کہا اور سمجھے ایک مفرد غلہ سمجھے یا چند غلوں کا کھچڑا بنا کر اس کو ایک مفرد غذا قرار دے
اور ثبوت قلب ماہیت کا دے۔ اب فرض کیجئے کہ پارہ کا کشتہ رانگ کو چاندی
بنا دیتا ہے یا تانبے کو سونا تو مطلب یہ ہوا کہ رانگ اور تانبا جب کسی اور عنصر سے

اور میری یہ بدگمانی آج کے دن تک رفع نہیں ہوئی اس لئے چند سوالات تحریر کرتا ہوں تاکہ کوئی صاحب جو کہ اس نہایت اہم اور مسلمانوں کے لئے ضروری علم کے عالم ہوں براہ عنایت جواب سے اس گم کردۂ راہ کو ہدایت فرمائیں۔

(۱) جن آیتوں کا ترجمہ ۸ جنوری ۱۹۰۸ء کے البشیر میں چھپا ہے اُن میں حکیم مطلق نے ایمان والوں کی قید کیوں لگائی ہے جس سے آیات قرآنی کا نفع امراض روحانی تک ہی محدود ہو جاتا ہے ✦

(۲) بزرگان صوفیہ جو بعض کلمات (خواہ وہ آیات قرآنی ہوں یا کوئی مصرع ہو یا شعر یا نثر کا کوئی فقرہ) پڑھ کر مریضوں پر دم کرتے ہیں اور اُن کو شفا ہو جاتی ہے۔ آیا یہ سمجھنا چاہئے کہ اُس کلمہ میں کچھ تاثیر ہے یا اُن بزرگوں کے تصرف کا کرشمہ تھا۔ کیونکہ اگر اُن کلمات ہی میں اثر مانا جائے تو اس کے کیا معنی کہ کوئی بزرگ ہی پڑھ کر پھونکے تب ہی فائدہ ہو۔ مرچ کی یہ خاصیت ہے کہ زبان پر رکھنے سے تیز مزہ محسوس ہوتا ہے اب اگر کوئی نادان بچّہ یا حکیم حاذق کوئی پکا فاسق یا نہایت متّقی شخص کسی کی زبان پر مرچ رکھ دے تو کیا فاعلوں کے مختلف الحال ہونے کی وجہ سے مرچ کے مزہ میں کوئی فرق پڑ جائیگا ظاہر ہے کہ کچھ فرق نہ ہوگا۔ پس اگر کسی کلمہ میں اثر ہے تو وہ پابندِ زبان خاص کیوں ہے کیا اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ بزرگوں کا تصرف ہی اصل چیز ہے اور کلمات وغیرہ بہانہ ✦

(۳) تعویذات وعملیات کے دلدادہ حضرات یہ ایک دلیل جو اُن کے نزدیک

دکھانا تھے جو دکھا چکے۔ قبل ختم مضمون اقلیدس کے دعووں کی طرح میں پھر اپنے دعوے کو بہ تغیر الفاظ دُہراتا ہوں کہ اگر لاکھوں کروڑوں ثوابت و سیارہ و دم دارستاروں کا اثر اہل غرض کی خوش طالعی و بدبختی پر ہو تو اِن (اہل ارض) کی زندگی دشوار ہو جائے لطف جب ہو کہ ایک طرف چند سیّارے اپنا نحس اثر کر رہے ہوں اور دوسری جانب اُسی قوت و تعداد کے سیّارے نیک اثر پہنچا رہے ہوں۔ ؎

دیکھئے معرکہ کس شخص کے یہ ہات رہے ۔۔۔ کشمکش میں ہے پڑی اب ترے بیمار کی جاں
سر بسجدہ ہے مسیحا کہ مری بات رہے ۔۔۔ ملک الموت کو ضد ہے کہ میں جاں لے کے ٹلوں

اس کے بعد ہم مولوی فضل اللہ صاحب کا جن کو عرصہ تک تعویذ و عملیات وغیرہ سے شوق رہا ہے اور جنہوں نے اس کوچہ کی خوب سیر کی ہے ایک مضمون نذر ناظرین کرتے ہیں یہ مضمون اس خیال سے کہ "گھر کے بھیدی" کا لکھا ہوا ہے عاملوں اور تعویذ گنڈے کے مؤیدین کے خاص طور پر پڑھنے کے قابل ہے۔

تعویذ و عملیات

(از مولوی فضل اللہ صاحب شملوی)

چونکہ میں بھی اپنی عمر گرانمایہ کا ایک حصہ اس میں رائگاں کرکے اس سے بدگمان ہوں

نہ رکھتی ہو مثلاً ذہن حافظہ وغیرہ ان کے قابو میں کردے کیا یہ خانہ ساز موکّل پتھر کے بت سے کسی طرح کم ہے کہ اُسے خود ہی تراشیں اور خود ہی اُس سے مدد مانگیں اور آیا ایسی استمداد شرعاً جائز ہے ۔

(۵) کیا یہ بات غلط ہے کہ عامل لوگ اس شجرہ طیّبہ یعنی کلام الٰہی کی قلم اُس شجرۂ خبیثہ یعنی کلدانیوں یونانیوں وغیرہ کے علم نجوم وطلسمات پر لگاتے ہیں کیونکہ نیک و بد ساعت کا لحاظ سیاروں کے ایک دوسرے کے ناظر ہونے کا موکلوں اور خیالات کا پیدا کرنا وغیرہ وغیرہ سب کچھ مدنظر رکھ کر آیاتِ و اسمائے الٰہی سے تعویذ بھرتے ہیں ۔

(۶) جمل کبیر و صغیر یعنی حروف تہجی جن پر عاملوں کا دار و مدار ہے وہ سوائے اس کے اور کیا حقیقت رکھتے ہیں کہ مختلف زبانیں بولنے والی قوموں نے ترقی کے میدان میں قدم رکھنے میں اُس ضرورت کو محسوس کیا کہ اظہار مافی الضمیر کا ذریعہ آواز ہی کو رکھنا داخل نقص ہے اس لئے ایسی تدبیر کرنی چاہیئے کہ ایک شخص کا مافی الضمیر دوسروں تک جو بُعد زمانے کی وجہ سے آواز نہیں سُن سکتے پہنچ سکے۔ اس مشکل کو اُنھوں نے اس طرح حل کیا کہ مختلف مفرد آوازوں کی شکلیں مقرر کردیں کسی نے (ا) کسی نے (A) کسی نے (अ) وغیرہ ان شکلوں کے ساتھ خفیہ پولیس کے سپاہی کی طرح موکلوں اور جنات لگے ہوئے ہونے کا کھوج نکالنا عاملوں کا ہی کام تھا قربان جایئے اُن حضرات کے جنھوں نے اُس نکتہ کو معلوم کرلیا جو مصنف

مایۂ ناز اور نہایت قوی ہے پیش کرتے ہیں کہ لوگ الفاظ مدح و ذم کے اثر کا تو اقرار کرتے ہیں پر کلام ربانی میں اثر کے قائل نہیں کیا اسے مغالطہ اور دھوکا نہ سمجھا جائے کیونکہ یہ فی الحقیقت اثر موہوم ہوتا ہے نہ اِن الفاظ کی تاثیر۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ فرض کیجئے کسی عرب کو ڈیم فول کہ دیا جائے یا کسی فرنگی کو عایک العنۃ تو کیا ان دونوں میں سے کسی پر ان الفاظ کا کچھ اثر ہوگا اگر الفاظ میں اثر ہے تو چاہئے کہ عرب فوراً قائل کی داڑھی پر ہاتھ لائے اور فرنگی بوٹ کی ٹھوکر سے خبر لینے کے لئے تیار ہو جائے مگر ظاہر ہے کہ جب تک اُن کو ان الفاظ کے معنی اور مفہوم سے آگاہ نہ کیا جائے اُس وقت تک اُن کو غصہ آنا درکنار غصہ کا خیال بھی نہ آئیگا۔

(۴) وہ تعویذ لکھنے والے جو نقش سلیمانی اور قلمی بیاضوں میں سے تعویذ نقل کر دیتے ہیں ہمارے مخاطب نہیں ہیں لیکن وہ حضرات جو تعویذ تصنیف کرتے ہیں یعنی تفسیر الٰہی اور آیات قرآنی کے اعداد حساب جمل سے نکال کر نقش بھرتے ہیں اور پھر مجموعہ اعداد کے حروف بنا کر اُن سے جو بامعنی یا بے معنی لفظ بنے اُس کے آگے لفظ ایل لگا کر موکل پیدا ہوتے ہیں اور پھر اس خود ساختہ موکل سے مدد مانگتے ہیں مثلاً پڑھتے ہیں "عزمت علیک یا فلاں ایل بحاجتے بحق فلاں اسم یا فلاں آیت" براہ نوازش بتائیں کہ تکسیر حروف و گردش اعداد سے کیا وہ واقعی کسی ایسے مخلوق کے خالق ہو جاتے ہیں جو اُن کے اشاروں پر چلے اور مطلب کو خواہ وہ مادی ہو جیسے معشوق روپیہ وغیرہ یا ایسی کوئی شے ہو وجود فی الخارج

ہیں کہ مڈل پاس کرنا ہو تو کشائشِ رزق منظور ہو تو حلِ مشکلات چاہو تو غرض کوئی کام ہو ہمارا تعویذ بازو پر باندھو اور مراد حاصل کرو۔ یہ تبدیل الفاظ کیا اس کے یہ معنی نہیں ہیں کوشش اور محنت کی ضرورت نہیں ہمارا تعویذ سب کا عوض ہے۔ کیا یہ اسی کا اثر نہیں ہے کہ بہت سے مسلمان حصولِ مطلب کے معقول ذرائع سے دست بردار ہو کر گداگر اور نکمے ہو گئے ہیں ؎

مولوی فضل اللہ صاحب کا مضمون لکھنے کے بعد اب ہم وہ مضمون جو اس رسالہ کی جان ہے لکھتے ہیں۔ اس مضمون پر کچھ اس سے زیادہ ریمارک دینے کی ضرورت نہیں کہ یہی وہ پہلا مضمون ہے جس نے اس سبجکٹ کو چھیڑ کر دوسرے پاک خیال آدمیوں کو اپنی طرف متوجہ کیا اور "انسانی لوہام" پر قوم کے واسطے ایک رسالہ مرتب کرا دیا ؎

علمِ ہیئت

(پروفیسر ضیاء الدین احمد صاحب ایم اے)

اِس علم کا آغاز بھی مثل دوسرے علوم کے توہمات سے ہوا ہے۔ گذشتہ زمانہ میں جب کہ شائستگی عام طور سے پھیلی ہوئی نہ تھی تمام لوگ ہر ایک واقعہ کا انحصار اپنی ضعیف الدماغی کی وجہ سے کسی بے بنیاد واقعہ پر رکھتے تھے۔ جیوں جیوں دنیا میں ترقی ہوتی گئی بے بنیاد

حروف کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا +

مداریہ فقیروں پر لوگ اُن کی جہالت کی وجہ سے ہنستے ہیں کہ اُن کے اعتقاد کے موافق کچکول۔ کفنی۔ تسمہ۔ لنگوٹ۔ تہمد وغیرہ ہر ایک کے لئے ایک ایک آیت ہے اور ایک ایک حدیث جسے یہ لوگ کچکول وغیرہ اُٹھاتے وقت پڑھتے ہیں۔ لیکن ان عاملوں پر کوئی نہیں ہنستا۔ جنہوں نے حرفوں کو آتشی۔ آبی۔ خاکی۔ بادی۔ ناری۔ نوری۔ شمسی۔ قمری وغیرہ سمجھ لیا ہے اور ہر ایک حرف اور ہر نقطے کے ساتھ ایک ایک موکّل اور جن بھی مقرر کر دیا ہے۔ کیا یہ لوگ اس قابل نہیں کہ ان پر اہلِ عقل ہنسیں +

(۷) عامل جو مہینوں جو کی روٹی گو کھرو کا ساگ کھاتے ہیں راتوں کو کمر کمر پانی میں کھڑے ہو کر عمل پڑھتے ہیں اپنی زن حلالہ کا حق ادا نہیں کرتے اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں گھی و دودھ گوشت مچھلی و انڈے وغیرہ کو اپنے اوپر حرام کر لیتے ہیں اور وہ بھی نفس کُشی اور ریاضت و عبادت کے واسطے نہیں بلکہ ایک موہوم وجود پر قابو پانے کے لئے کیا دنیا و آخرت کے خسارہ میں نہیں ہیں کیونکہ لذات دنیوی سے تو اپنے آپ کو خود ہی محروم کر لیتے ہیں اور چونکہ ان کی محنت خدا کے واسطے نہیں ہوتی تو عقبےٰ میں اُجرت کی کیا توقع ہو سکتی ہے +

(۸) کیا مسلمانوں کو کاہل بنانے میں اس اعتقاد نے کچھ کسر رکھی ہے اور اُن کی فطرت سے سلف ہلپ کے مادہ کو قریب قریب زائل نہیں کر دیا۔ مثلاً عامل اشتہار دیتے

ح جادو کا مربع تھا۔ جس کا نام آیندہ زمانہ میں تعویذ پڑ گیا۔ اس مربع میں ۹ خانے
تے تھے اور ہر ایک خانہ میں ایک سے لے کر ۹ تک ہندسے اس ترتیب سے
ے جاتے تھے کہ عددوں کو ایک سیدھ میں شطرنج کے مہرے فیل یا رخ کی چال سے
یں تو ہر ایک طرح سے ۱۵ حاصل جمع ہو اسی طرح زیادہ اندیشہ ناک بیماریوں کے
ئے ۱۶ اور ۲۵ خانوں کے مربع استعمال کئے جاتے تھے

۲	۷	۶
۹	۵	۱
۴	۳	۸

ن کو بطور مشق کے چھوڑے دیتا ہوں۔ اس قسم کے تعویذوں
سے لوگ اپنی خوش اعتقادی کی وجہ سے اسی طرح اچھے
ہو جایا کرتے تھے جیسے کہ ایک دہقان بجائے دوا کے حکیم کے ایک نسخہ کو بطور تعویذ
کے پانی میں گھول کر پینے سے اچھا ہو گیا تھا۔ مذہب میں جس قدر توہمات پھیلے شاید
سی علم میں بھی اُس کی نظیر نہیں ہوگی۔ ان بے بنیاد خیالوں کے دور کرنے اور سچے
واقعات بتلانے کے لئے دنیا کو بہت سے پیغمبروں اور پیشواؤں کی ضرورت پڑی ہے
علم ہیئت بھی ابتدائی زمانہ میں اسی قسم کے توہمات سے مملو تھا۔ دن رات کی وجہ
قریب دو ہزار برس قبل مسیح علیہ السلام کے تاریکی اور روشنی کے خداؤں کی باہمی لڑائی
بتلائی جاتی تھی۔ یہ دونوں دیوتا اپنے اپنے رتھوں میں سوار ہو کر برابر لڑتے رہتے
تھے۔ جس وقت کہ روشنی کا خدا غالب ہو جاتا تھا تو دنیا میں دن نکل آتا تھا اور
دوسری صورت میں رات۔ چنانچہ وید میں یہ فقرے جو کہ نارمن لاکیر کی کتاب آغاز
علم ہیئت سے لئے گئے ہیں "کیا سورج پھر نکلیگا۔ کیا روشنی پھر ظاہر ہوگی۔ کیا تاریکی

باتیں اصلی واقعات سے علیحدہ ہوتی گئیں جس سے کہ مختلف سائنس کی بنیادیں پڑگئیں۔ اب بھی جن قوموں میں شائستگی نہیں پھیلی ان توہمات میں مبتلا ہیں جن کا پتہ اُن کے معمولی معمولی کاموں سے بھی ملتا ہے۔ مثلاً بعض لوگ شکار کو جاتے وقت چاقو کا نام نہیں لیتے کیونکہ اس سے اُن کے نزدیک شکار نہیں ملتا۔ اکثر یہ گمان ٹھیک بھی ہو جاتا ہے جس کی وجہ چاقو کا نام لینا نہیں ہوتی بلکہ اپنے فن میں اچھی طرح سے ماہر نہ ہونا ہوتا ہے۔ اکثر لوگ خاص دن سفر کے لئے منحوس سمجھتے ہیں اور بعض دن علاج شروع کرنے کے لئے ناموزوں۔ شادیوں کے لئے بھی سال میں تھوڑے سے ہی دن اچھے سمجھے جاتے ہیں غرض کہ ان اوہام کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا جس قدر علم کی کمی ہوگی اُسی قدر ان کو زیادتی۔ زمانۂ دراز سے کیمیا بنانے کا خیال دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ کچھ لوگ اب بھی دل سے یقین کرتے ہیں اور بہت سے لوگ سادہ لوح رئیسوں کو دھوکا دینے کی نیت سے کہتے ہیں کہ جست یا ٹین کو چاندی بنا دیں یا پیتل کو سونے میں تبدیل کر دیں۔ اس کیمیاگری سے علم کمسٹری کی بنا پڑی ہے جس نے صاف ظاہر کر دیا ہے کہ جس طرح قوتِ انسانی سے یہ باہر ہے کہ دُنیا کے ایک ذرہ کو ضائع کردے اُسی طرح یہ بھی بعید ہے کہ ایک خاص دھات کے ذرّہ کو دوسری دھات میں تبدیل کرے۔ علم طب کی بنیاد بھی اسی طرح قائم ہوئی ہے۔ یونانیوں کے عروج سے پہلے ہومر شاعر کی کتاب ایلیڈ کے چوتھے بلب کو تکئے کے نیچے رکھنے سے چوتھیا بخار حکمی طور سے جاتا رہتا تھا۔ چینیوں کے یہاں بہت سی بیماریوں کا

اُدھر سمندر میں پھرتے ہیں اور اگر یہ ممکن ہے کہ جس وقت جہاز وکٹوریا باب المندب پر پہنچیگا تو وہ مچھلی جو کہ بحر چین میں ہے مرجائیگی اور بحر میکسیکو کی ایک مچھلی بیماری سے اچھی ہو جائیگی تو میں یہ بھی مان لونگا کہ جس وقت مشتری برج عقرب میں ہوگا تو زید پر بلا نازل ہوگی اور بکر کے دو لڑکے پیدا ہونگے - اسی طرح اکثر نجومی موسم کی شدت غلہ کی ارزانی اور گرانی کی نسبت پیشیں گوئی کرتے ہیں جن کی وقعت حسن صباح کے طوفان سے بچنے کی پیشیں گوئی سے زیادہ نہیں ہوتی - اگر پیشیں گوئی غلط ہوئی تو کوئی شخص دامن پکڑنے کے لئے نہیں آئیگا اور اگر ٹھیک ہوئی تو بے وقوف آؤ بھگت کرنے کے لئے مل جائینگے +

نجوم کو علم کے لفظ سے تعبیر کرنے سے لفظ علم کی تحقیر ہوتی ہے - نجوم نہ کوئی سائنس ہے اور نہ سچے واقعات کا مجموعہ - علم ہیئت البتہ ایک سائنس ہے جس کا انحصار بالکل ریاضی پر ہے اگر ہم پیشیں گوئی کریں کہ فلاں تاریخ کو فلاں وقت فلاں تارہ فلاں جگہ ہوگا تو یہ پیشیں گوئی ٹھیک ہوگی اور اُس کا انحصار ریاضی کے اصولوں پر ہوگا - اور اگر اُس کے ساتھ یہ بھی کہیں کہ تارے کے فلاں جگہ ہونے سے اٹاوہ میں ہیضہ پھیلیگا تو یہ نجوم کی بے بنیاد پیشیں گوئی ہوگی - چند ہفتہ ہوئے کہ دو شخص میرے پاس آئے جنہوں نے کہا کہ ہم اقلیدس اور علم ہیئت کے ذریعہ سے آپ کے دل کی بات بتا سکتے ہیں - مجھ کو خیال گذرا کہ شاید ان پیشیں گوئیوں پر اقلیدس نے اُن مقالوں میں بحث کی ہوگی جن کی نسبت عام طور سے غلط خیال

کا دیوتا روشنی کے دیوتا سے مغلوب ہو جائیگا" صاف ظاہر کرتے ہیں کہ لوگوں کو رات کے بعد دن کے نکلنے کا پورا یقین نہیں ہوتا تھا +

یونان کے ابتدائی زمانہ میں یہ خیال کسی قدر زیادہ اچھی صورت میں بیان کیا گیا تھا اُن کے نزدیک خدا ایک سورج روز گڑھ کر بھیجتا ہے جو کہ شام کو سمندر میں ڈوب جاتا ہے۔ علم ہیئت کا موجد اُس شخص کو کہنا چاہیئے جس نے سب سے پہلے یہ بیان کیا کہ وہ سورج جو کہ آج ہم دیکھتے ہیں یہ وہی سورج ہے جو کل نکلا تھا اور آیندہ بھی یہی دکھلائی دیگا۔ کیونکہ شروع زمانہ میں جب کہ یہ خیال کیا جاتا تھا کہ افریقہ کے پرلی طرف آسمان و زمین مل جاتے ہیں اور جب کہ زمین یا آسمان کے گول ہونے کا خیال تک بھی نہ تھا تو رات بھر میں مغرب سے مشرق کو سورج کا واپس چلا آنا ایک بڑا معمہ تھا۔ علم ہیئت کے ہر ایک واقعہ کی نسبت نئے نئے اوہام دنیا میں پھیلے ہیں جو کہ آج کل ہمارے لئے دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ دُم دار تاروں کی وبا کی پیشین گوئی یا زمین کے ٹکرانے کے وہم کو اگر ایک جگہ جمع کیا جاوے تو ایک مجلد کتاب بن جائیگی۔ میں اس موقع پر ان اوہام کی نسبت بحث کرنا نہیں چاہتا کیونکہ آیندہ موقع پر مجھ کو اس پر تصریح کے ساتھ گفتگو کرنے کا موقع ملیگا +

دوسرا وہم علم نجوم کے متعلق ہے جس سے لوگ ستاروں کی جگھوں کو دیکھ کر آدمیوں کی خوش نصیبی و بدنصیبی کی پیشین گوئی کرتے ہیں اس قسم کی پیشین گوئی سے زیادہ کوئی لغو کوئی بے بنیاد باتیں نہیں سوچ سکتا۔ بہت سے جہاز اِدھر سے

عالمتاب برج حمل میں ہوا اور نوروز گیتی افروز کی عید منائی گئی ہندستان عالم بالا (شاید فرشتوں سے مطلب ہوگا) لکھتے ہیں کہ سواری خرکافوری لباس (یونانیوں اور ہندؤں کے رتھ چھن جانے کے بعد صرف گدھا سواری کے لئے رہ گیا ہے) ہاتھ میں لٹھ مرجان کا (نہایت مقدس چیز ہاتھ میں ہے) ہار گلے میں (شاید امسال بہت سی شادیاں ہونگی) خاک آلودہ کاسہ میں دودھ پی رہا تھا نجوم کے قاعدہ سے امسال بادشاہت مریخ کی ہے جس کی تاثیرات حسب ذیل ہیں (علم ہیئت کی علمی مجلس کے علما کے غور و فکر کے لئے نئی تحقیقات) :-

ہوا بہت چلیگی (واقعی علیگڈھ میں تو بہت زور سے آندھی آئی تھی) مختلف مقامات میں آتش زدگی سے نقصان پہنچے ۔ مویشیوں کو سخت نقصان پہنچیگا ۔ بارش بہ نسبت سال گذشتہ کم ہوگی (۱۶ روز سے تو برابر بارش ہو رہی ہے) اوائل سال میں غلہ ارزاں ہوگا اور آخر میں گراں ہو جائیگا ۔ وغیرہ وغیرہ " جو لوگ علم نجوم مانتے ہیں وہ اس کے سچّے ہونے کے ثبوت میں جوتشیوں کے سورج اور چاند گرہن کی پیشین گوئیوں کو پیش کرتے ہیں ۔ ہم جوتشیوں کے علوم کو اُسی قدر مانتے ہیں جہاں تک کہ وہ تاروں یا چاند کی حرکت کو بتلاتے ہیں کیونکہ یہ بتلانا علم ہیئت کا کام ہے مگر جس وقت وہ اس دائرہ سے ہٹ کر ہاتھ دیکھنا شروع کرتے ہیں تو وہ اصل سائنس سے دور چلے جاتے ہیں ۔ میرا مطلب اُن کے فارمولوں کا مضحکہ اُڑانا نہیں ہے مگر یہ میں نہایت زور سے کہونگا کہ کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم اُن کو مانیں اور نہ واقعات اُن کی سچائی

پھیلا ہوا ہے کہ وہ گم ہوگئی ہیں حالانکہ اُن کی تعلیم صرف اس وجہ سے نہیں ہوتی کہ ہم اُن باتوں کا ثبوت بجائے علم ہندسہ کے علم حساب اور علم جبر و مقابلہ سے بآسانی دے سکتے ہیں۔ میں نے ایک بات اپنے دل میں فرض کرلی اور اُنہوں نے چند لایعنی لکیریں کھینچنے کے بعد تین جواب کاغذ پر لکھے۔ بہت اصرار اُنہوں نے اس پر کیا کہ میں پہلے اپنی بات کو ظاہر کردوں جب وہ مناسب جواب دکھلاویں لیکن اُن کے تینوں جواب دیکھنے پر مجھ کو معلوم ہوا کہ میرے امکان سے باہر تھا کہ میں کوئی سوال ایسا سوچوں جسکا جواب اُنہیں میں نہ آجائے۔ مجھے اس وقت وہ تینوں باتیں یاد نہیں ہیں مگر اُن کا مطلب یہ تھا۔ سوال ہے واسطے اپنے یا کسی اور شخص کے یا کسی شئے کی نسبت کچھ پوچھنا چاہتے ہو یا کچھ اپنے دل میں لے لیا ہے۔ اے حضرات میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ آپ کوئی بات سوچ سکتے ہیں جس کا جواب ان میں نہ آجائے۔ اس واقعہ سے مجھ کو کچھ تعجب نہیں ہوا تھا کیونکہ وہ لوگ جو نہ عربی کا اعلےٰ علم رکھتے ہیں اور نہ یورپین سائنس اور لٹریچر سے واقف۔ ان لغو باتوں میں مبتلا ہوں تو کچھ حیرت انگیز بات نہیں ہے مگر مجھ کو سخت تعجب مدراس کے ایک اخبار کے ایک آرٹیکل کے دیکھنے سے ہوا تھا جس کو میں بجنسہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں اور جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے شائستہ آدمی ابھی تک ان توہمات سے بری نہیں ہوئے ہیں "۲۰ مارچ ۱۸۹۹ء میں شب سہ شنبہ بارہ بجکر ۲ منٹ پر طالع قوس نئے طور پر آفتاب

اب ناظرین اُن چار مضامین کو ملاحظہ کرینگے جو مارہرہ[1] کے ایک مقدس صاحبزادہ سید مخدوم عالم صاحب کے قلم سے نکلے ہیں۔ ان حضرت کے خیالات حقیقت میں قابل قدر ہیں کیونکہ آپ نہ کسی کالج کے گریجویٹ ہیں نہ ولایت کے تعلیم یافتہ۔ انہوں نے یہ ثابت کر دیا کہ صرف نئی تعلیم ہی پر پاکیزگی کا خیال منحصر نہیں ہے بلکہ یہ ایک دوسری چیز ہے جو مقدس اور متبرک صحبتوں سے حاصل ہو سکتی ہے ✦

اِنسانی اوہام

(از سید مخدوم عالم صاحب مارہروی)

نمبر ۱

ولا تلبسوا الحق بالباطل و تکتموا الحق و انتم تعلمون

(ترجمہ۔ اور سچ کو جھوٹ کے ساتھ گڈمڈ نہ کرو اور جان بوجھ کر حق بات کو مت چھپاؤ)

پروفیسر ضیاء الدین احمد صاحب کا علم ہیئت پر البشیر میں ایک مضمون چھپا تھا۔ جس پر علمی حیثیت سے اعتراض کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن ۱۱ ستمبر کے اخبار میں دیوان عبدالرزاق صاحب نے اُس کی تردید میں ایک لمبا چوڑا مضمون لکھ ہی ڈالا جس میں فی زعمہ تاثیرات سبعہ سیّارہ یعنی علم نجوم۔ تاثیرات نقوش اور اعمال۔ نحوست

[1] مارہرہ ضلع ایٹہ میں ایک سادات کی بستی ہے جہاں بہت سے مقدس بزرگ زیر خاک آسودہ ہیں۔ ہمارے مضمون نگار صاحب بھی اسی برگزیدہ خاندان سادات سے ہیں ✦

ظاہر کرتے ہیں۔ البتہ گرہنوں کی پیشین گوئی خواہ جوتشیوں کی کتاب میں سے چُنی جائے یا رحمت اللہ رعد کی چھپی ہوئی جنتری کھول کر نکالی جائے یقیناً ٹھیک ہوگی۔ یہ پیشین گوئی ہمیشہ وقعت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے اور صرف وہی لوگ جن کو خدا نے خاص دماغ دیا ہے جس کی وجہ سے وہ ایک سے لے کر ۲۶ ہزار تک گن سکتے ہیں وہ سورج و چاند گرہن کی پیشین گوئی بھی کر سکتے ہیں۔ ۱۸ برس اور اُن کے عرصہ میں جس قدر گرہن پڑیں اول نہایت احتیاط سے اُن کو لکھ لینا چاہئے۔ اُس کے بعد گرہن اُسی طرح پڑینگے۔ فرض کرو کہ ہم آج سے گرہنوں کو دیکھنا شروع کریں اور دن شمار کرتے جائیں۔ ایک دو تین چار اور فرض کرو کہ پینتالیسویں دن چاند گرہن پڑا پھر ننانویں 99 دن سورج گرہن پڑا پھر تین سو تیرھویں 313 دن دوبارہ دوسرا چاند گرہن پڑا اس طرح ۶۵۸۵ دن تک سب گرہن لکھے جائیں۔ جب اتنے دن ختم ہو جائیں تو پھر ایک سے شروع کریں تو ہم ایک بڑی جنتری بنانے والے عالم کی طرح پیشین گوئی کر سکینگے کہ پینتالیسویں 45 دن چاند گرہن ہوگا اور ننانویں 99 دن کے بعد سورج گرہن اور پھر ۶۵۸۵ دن گذرنے کے بعد ایک سے شمار کریں تو پینتالیسویں دن چاند گرہن پھر ہوگا اسی طرح ایک ایک دو دو گن کر اگر ہم میں گنتی کرنے کی مہارت ہے تو ہم ایک ہزار برس پہلے سے گرہن کی پیشین گوئی کر سکتے ہیں۔ یہ جاننا کہ ۶۵۸۵ دن کے بعد گرہن کیوں اُسی طرح نظر آتا ہے غالباً دلچسپی سے خالی نہ ہوگا میں اس پر پوری بحث گرہن کے لکچر میں کرونگا۔

اور کارخانے اٹکل پچو اور بے ترتیب اور آپس میں بے علاقہ معلوم ہوتے ہیں وہ چونکہ بالطبع کاہلی اور سستی کی طرف مائل ہوتا ہے اس لئے اُس کی خواہشیں عجیب و غریب ہوتی ہیں۔ وہ آس پاس کے ذرائع اور اسباب کو چھوڑتا ہے اور کسی ایسی پوشیدہ قوت کو اپنی کاربرآری کے لئے تلاش کرتا ہے جس میں محنت اور جفاکشی کی ضرورت نہ پڑے۔ ایسے انسان نہ تو اپنے کو کسی حدتک فاعلِ مختار سمجھتے ہیں اور نہ ایسا سمجھنے کو پسند کرتے ہیں۔ اُن کی زندگی اُن کی موت اُن کی خوشی اُن کا رنج انکی تونگری اُن کی مفلسی غرضکہ ساری چیزیں اور سارے معاملات کبھی تو سیّاروں کے اختیار میں ہوتے ہیں کبھی تقدیر کے قبضہ میں۔ یہ لوگ کبھی زمانہ کی شکائتیں کرتے ہیں اور کبھی آسمانوں کی۔ لیکن جب انسانوں میں علم کی روشنی پھیلتی ہے تو وہ محض خیال کے پیچھے نہیں دوڑتے وہ اپنی بناوٹ کو دیکھتے ہیں۔ قدرت کے قواعد پر غور کرتے ہیں تب قوت ممیّزہ کے ذریعہ سے یہ معمّا حل ہوجاتا ہے کہ انسان کے کیا کیا فرائض ہیں۔ یہ زمانہ انسان کی ترقی کا ہوتا ہے۔ اُس پر مشاہدہ اور تجربہ کے ذریعہ سے ہر ایک شئے کی حقیقت کُھلتی ہے وہ دنیا میں جس واقعہ کو دیکھتا ہے اُس کے سچے اور اصلی اسباب اور علل کو ڈھونڈھتا ہے اُس کے وہم اور وسواس اس طرح دور ہوجاتے ہیں جس طرح دھوپ سے پالا۔ وہ اپنے افعال حرکات سکنات کو اپنے ارادہ کا تابع پاتا ہے وہ اپنی خوش تدبیری سے مفلس۔ وہ اپنے ہاتھوں بیمار اور اپنے ہی ہاتھوں تندرست ہونا یقین کرتا ہے۔ اس کی نیّت اپنے کاروبار میں

ایّام۔ شگون اور کیمیا وغیرہ کو ثابت کرنا چاہا ہے۔ ہمیں دیوان صاحب کے خیالات پر کچھ تعجب نہیں ہوا کیونکہ ہم اپنے زمانہ کے تعلیم یافتہ اصحاب کو بھی جنہوں نے طبیعات ہیئت اور ہندسوں کی کتابیں برسوں پڑھی ہیں ایسے امور میں مذبذب اور متشکّی پاتے ہیں بلکہ خود یورپ میں جہاں سے آج سچّے اور مفید علوم کے دریا بہہ بہہ کر دوسرے ملکوں کو سیراب کر رہے ہیں حیرت ہے کہ وہاں بھی ایسے لوگوں کی کمی نہیں۔

ایک دوست ہم سے فرماتے تھے کہ یورپ والے اب اس پُرانے یونانیوں کے اصول کو ماننے لگے ہیں کہ ہر ایک راگنی کو کسی نہ کسی سیّارہ سے تعلق ہے اور جب کوئی راگ اپنے سیّارے کے دورے کے زمانہ میں گایا جاتا ہے تو وہ نہایت ہی موثّر ہو جاتا ہے ٭

اصل یہ ہے کہ خدا نے انسان کو منجملہ دیگر قوتوں کے ایک قوت سوچنے اور خیال کرنے کی بھی ودیعت کی ہے جس کے ذریعہ سے وہ ممکن الوقوع اور ناممکن الوقوع سبھی قسم کی باتیں سوچا کرتا ہے اور اس قدرتی مشغلہ سے اُس کا دماغ کبھی خالی نہیں رہتا۔ لیکن یہ ضرور نہیں کہ جو چیزیں اور باتیں اُس کے خیال میں آجاویں وہ خواہ مخواہ دنیا میں وجود بھی رکھتی ہوں۔ اس قسم کے خیالات کا جب انسان پر غلبہ ہوتا ہے تو اُس کی حالت قابل افسوس ہو جاتی ہے جہالت اور تاریکی ان باتوں کی اور بھی معاونت کرتی ہے وہ دنیا کو دیکھتا تو ہے لیکن اُنہیں آنکھوں سے جن سے گائیں اور بھینسیں دیکھتی ہیں اُسے قدرت کے سارے دھندے

ہیں اور ان چیزوں کو انسانی کاروبار سے کس قسم کا تعلق ہے۔ یہ بات نہیں ہے
کہ ہم ان کو اگلے زمانہ کی باتیں سمجھ کر ان کا مضحکہ اڑاتے ہوں۔ ہم تو بہت سی پرانی
تحقیقاتوں کو دل سے مانتے ہیں مثلاً ہر جزو اپنے کل سے چھوٹا ہے۔ آگ خشک
چیزوں کو جلادیتی ہے دو اور دو چار ہوتے ہیں۔ دوائیں امراض کو کھودیتی ہیں
آخر یہ اصول پرانے ہی زمانہ کے ہیں کچھ ہمارے زمانہ میں تو نہیں ایجاد ہوئے ہیں
لیکن اس کے ساتھ ہی بہت سی پرانی تحقیقاتوں کو غلط بھی سمجھتے ہیں انہیں میں
وہ باتیں بھی ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا۔ ہمیں سیاروں کی نسبت صرف اتنا علم ہے کہ
وہ گول مٹول دور سے چمکتے ہوئے رات کے وقت دکھائی دیتے ہیں اُن کی روشنی
کم وبیش ہماری زمین تک آتی ہے وہ خاص خاص چالیں رکھتے ہیں ان میں کوئی
ہماری زمین سے بہت بڑا ہے اور کوئی چھوٹا وہ ایک دوسرے پر مقناطیسی کشش کا
اثر ڈالتے ہیں اُن کا جسم کسی ایسے ہی مادّہ کا ہے جس سے ہماری زمین بنی ہے
لیکن ان روشن کروں کو ہم ذوی العقول میں شمار نہیں کرسکتے جیساکہ منجموں کا قول
ہے ہاں یہ ممکن ہے کہ ان میں ذوی العقول مخلوق آباد ہو۔ یہ سیارے ہمارے چاند
کی طرح بدر وہلال بھی ہوتے ہیں۔ یونانیوں نے صرف سات سیّارے معلوم کئے
تھے لیکن اب اور بھی دریافت ہوگئے اور ہوتے جاتے ہیں۔ اور یہ سب ایک معیّن
زمانہ میں ہمارے آفتاب کے گرد دورہ کیا کرتے ہیں جس طرح ہماری زمین آفتاب کے
گرد ۳۶۵ روز میں گھوم جاتی ہے کیونکہ یہ بھی ایک سیّارہ ہے۔ یونانیوں نے آفتاب

ایسے امور کی طرف نہیں بھٹکتی جو کامیابی سے غیر متعلق ہوں اور وہ ایسا جاننے اور ماننے پر مجبور ہے کیونکہ خدا نے اُسے ایسا ہی بنایا ہے اس جگہ ہماری تحریر کا ایک پہلو کسی قدر تدبیر اور تقدیر کے مسئلہ سے بھڑ گیا ہے لیکن اس بحث میں پڑکر ہم اصل بحث سے دُور جا پڑینگے۔ مختصر یہ ہے کہ ہمارے نزدیک خود اللہ میاں نے اس کا فیصلہ فرمایا ہے۔ لیس للانسان الا ما سعی۔ مولانا حالی مدظلہ نے ایک رباعی میں اس مسئلہ کو نہایت لطافت سے صاف کیا ہے وہ کہتے ہیں۔ رباعی

جبریہ و قدریہ کی بحث و تکرار　　دیکھا تو نہ تھا کچھ اسکا مذہب پہ مدار
جو کم ہمت تھے ہو گئے وہ مجبور　　جو باہمت تھے بن گئے وہ مختار

ہمارا مقصد یہ ہے کہ انسان کو دھوکے اور غلطی میں نہ پڑنا چاہیئے اور سُنی سُنائی باتوں کو چھوڑ کر تحقیق کے میدان میں آنا چاہیئے۔ ہمارے زمانہ میں ہر قسم کے علوم وفنون کو بے حد ترقی ہوتی چلی جاتی ہے۔ سائنس نے فرضی اور خیالی چیزوں کو علمی حدود سے باہر نکال دیا ہے۔ اور ہر علم کی بنیاد مشاہدے اور بدیہات پر رکھی ہے پھر ایسے ترقی یافتہ زمانہ میں کون سمجھدار اسکا یقین کرسکتا ہے کہ نجوم جفر رمل تعویذ گنڈے ٹونے ٹوٹکے عملیات۔ شگون کیمیا دست غیب وغیرہ وغیرہ دراصل کوئی مفید علوم ہیں یا انسان ان چیزوں سے اپنا کوئی کام لے سکتا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ وہی خیالی پلاؤ ہے جو جہالت کے زمانہ میں انسانوں نے پکایا تھا۔ ہمارے بزرگوں کو ناراض نہ ہونا چاہیئے اور ہمیں ٹھنڈے دل سے سمجھانا چاہیئے کہ یہ علوم کن اصول پر مبنی

عورت کی شکل نہیں رکھتے ہیں دوسرے وہ ہرایک برج کے ستاروں کو ایک ہی سطح پر سمجھتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ ان میں آپس میں فصل بھی اتنا ہی ہے جتنا کہ اُن کو آنکھوں سے نظر آتا ہے۔ لیکن حقیقت میں نہ وہ ایک سطح پر ہیں نہ وہ آپس میں ایسے قریب ہیں۔ ہر ایک بُرج کے ہر ایک ستارہ میں کروڑوں میلوں کا فصل ہے اور چونکہ ہم سے بعید دور ہیں اس لئے ہم کو چھوٹی چھوٹی گولیوں کی برابر اور ایک دوسرے سے ملے ہوئے نظر آتے ہیں یہ باتیں علم ریاضی نے اب ایسی صاف کردی ہیں۔ کہ ہم اُن میں شک کرہی نہیں سکتے۔ اگر ہم دس دس گز لانبی چار دیواروں پر ایک ایک گز کے فاصلے سے چراغ روشن کرکے دس قدم سے اُن کو دیکھیں تو ہم کو اُن کا فاصلہ اور آگے پیچھے ہونا صاف صاف نظر آئیگا لیکن اگر ہم اُن کو پانسو قدم کے فاصلہ پر جاکر دیکھیں تو ہم کو صرف روشنی کا ایک خط سا نظر پڑیگا اُس وقت ہم کسی طرح نہ اُن کا قرب و بعد بتا سکتے ہیں نہ اُن کو شمار کرسکتے ہیں۔ پس جب برجوں کے ستارے ہم کو کروڑوں میل سے دکھائی بھی دیتے ہیں۔ ان میں کسی قدر فصل بھی معلوم ہوتا ہے تو اب غور کرنا چاہئے کہ اُن میں فی الحقیقت کس قدر بعد و فصل ہوگا +

اب کوئی ہم کو سمجھائے کہ جب فی نفسہ برج کوئی شے نہیں تو ان میں سیاروں کا آنا چہ معنی دارد۔ اگر سچ مچ سیّارے ستاروں سے اسی طرح آپس میں ملا کرتے جیسے ہمارے دیوان صاحب اور پروفیسر صاحب عید ملا کرتے ہیں تو اب تک

کو بھی ایک سیارہ مانا تھا لیکن اب ثابت ہوگیا کہ وہ اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا مگر ۲۵ دن
میں اپنے گرد گھوم لیتا ہے۔ ہماری زمین پر جو موسمی تغیر تبدل ہوتے ہیں اُنکو آفتاب
سے بڑا تعلق ہے۔ ہماری زمین پر چاند کی روشنی بھی آفتاب کے باعث سے پڑتی
ہے۔ دھوپ اور اُس کی گرمی سے ہماری زندگیاں قائم رہتی ہیں وہ ہمارے غلّوں
اور پھلوں کو پکاتی ہے زمین اور دریاؤں اور سمندروں سے بھاپ اُڑا کر پانی برساتی
ہے اور ان سب کاموں میں ہماری ہوا بھی مدد دیتی ہے۔ اس قسم کی باتیں جو اَب
تک ہیئت اور طبیعات کے متعلق ہم کو معلوم ہوئی ہیں یا آیندہ معلوم ہوں اُن کے
ماننے میں ہمیں عذر نہیں۔ نہ انہیں علم نجوم سے تعلق ہے۔ نجوم والے یہ کہتے ہیں
کہ فلاں سیارہ مثلاً برج حمل میں ہوتا ہے تو ملک میں شادیاں بہت ہوتی ہیں۔ یا
دُم دار ستارے نظر آتے ہیں تو قحط پڑتا ہے یا وبا پھیلتی ہے۔ یہ باتیں محض غلط
ہیں کیونکہ تجربہ اور مشاہدہ اور قانون قدرت ان باتوں کی تکذیب کرتا ہے۔ اول
تو ہماری سمجھ میں ہی نہیں آتا کہ سیارے کے کسی بُرج میں آنے سے کیا مطلب ہے
اور برجوں کی حقیقت کیا ہے۔ برج حقیقت میں کوئی عمارت تو ہیں نہیں جن میں
سیارے آتے جاتے ہوں۔ بلکہ وہ تھوڑے تھوڑے جابجا ستارے ہیں۔ یونانیوں
نے محض فرضی شکلیں شناخت کے لئے قائم کرکے اُن کے نام رکھ دئے ہیں کسی کو
بچھو کی شکل کا بتاتے ہیں کسی کو مچھلی کی شکل کا اور کسی کو عورت کی شکل کا لیکن
اس کو ہر شخص دو منٹ میں دیکھ کر سمجھ سکتا ہے کہ وہ فی الحقیقت بچھو۔ مچھلی اور

سمندر میں ڈبائیں چاہیں پہاڑ سے گرادیں اور چاہے خشکی پر ماریں یا انسان کے ارادوں میں دخل دیں۔ ایک ہی وقت میں زید پر کچھ اثر ڈالیں اور بکر پر کچھ۔ ایک کو رنج دیں دوسرے کو خوشی ایک کو سعید بناویں دوسرے کو منحوس۔ ایسے تصرّف کا اختیار تو جس سیّارے پر ہم رہتے ہیں اُس کو بھی حاصل نہیں ٭

ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ دُنیا میں رنج اور خوشی سعادت اور نحوست کی معیار ہر قوم و ہر ملک میں یکساں نہیں۔ بلکہ ایک ہی ملک میں ایک زمانہ میں ایک چیز اچھی سمجھی جاتی ہے اور دوسرے زمانہ میں وہی چیز بُری۔ یہاں تک کہ ایک ہی انسان کے خیالات میں زمانہ گذرنے پر بہت کچھ انقلاب ہو جاتا ہے اس کے لئے بہت سی مثالوں کی ضرورت نہیں۔ ہم بچپن میں جن چیزوں کو اچھا سمجھتے ہیں جوان ہو کر بالکل بُرا سمجھنے لگتے ہیں۔ پہلے عرب میں لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینا اور ہندوستان میں بیوہ عورتوں کا ستی ہو جانا کیسا عمدہ خیال کیا جاتا تھا۔ لیکن اب اس سے بڑھ کر کوئی ظلم نہیں سمجھا جاتا۔ پس جب ہم رنج و خوشی سعادت اور نحوست کا کوئی ایک معیار قرار نہیں دے سکتے تو اسے کیونکر مان لیں کہ فلاں سیّارہ نحس ہے اور فلاں سعد ٭

پھر ایک طرف تو نجوم کے فدائی سیّارگان کو موثر فی المعاملاتِ انسان مانتے ہیں اور دوسری طرف اُن کا توڑ بتاتے ہیں۔ کیا؟ غلّہ ماش سیاہ سوا سیر پارچہ سرخ رنگ سوا گز تیل تین پاؤ اور چاندی چار آنہ بھر جمعرات کے دن صدقہ اتار کر

دنیا کا کارخانہ ہی درہم برہم ہوجاتا ہیں توخبر نہیں لیکن اگر کسی نجومی کو اس کا حال
معلوم ہوجاوے کہ فلاں سیارہ فلاں سیارے سے ملنا چاہتا ہے تو وہ براہ مہربانی
منع کردے کہ ۱۳ نومبر ۱۸۹۹ء کے بعد ملے کیونکہ بقول نجومیوں کے قیامت آجاویگی
اور ہمیں پُرانے نجوم کا قائل ہونا پڑیگا۔ اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے یہ مان بھی لیں کہ
برج بھی ہیں اور ان میں اسی طرح سیارے آتے جاتے ہیں جس طرح نجومی سمجھتے ہیں
ہیں تو ان باتوں کو شادی بیاہ قحط اور وبا سے کیا تعلق۔ شادیاں تو جب ہی ہوتی
ہیں جب دولہا دُلھن آپس میں رضامند ہوتے ہیں۔ نجومی جس کو قحط کہتے ہیں
اُس کے معنے بھی آج تک ہماری سمجھ میں نہیں آئے۔ اگر یہ کہا جاے کہ زراعت کے
نقصان پہنچنے کو قحط کہتے ہیں تو اُس کی بھی کئی شکلیں ہیں۔ کہیں تو بارش نہیں ہوتی
اس وجہ سے قحط پڑ جاتا ہے کہیں کثرتِ بارش کی وجہ سے۔ کبھی دریا کی طغیانی
کی وجہ سے زراعت خراب ہوجاتی ہے لیکن یہ حالت بھی سب جگہ یکساں نہیں
ہوتی مثلاً اب امسال قحط ہے اور ظاہر ہے کہ خشک سالی کی وجہ سے ہے لیکن
خود دیوان صاحب کے ضلع ایٹہ میں بعض بعض دیہات ایسے ہیں جن میں بخوبی
بارش ہوئی ہے اور وہاں کے کاشتکار خوش ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ قحط کو سیاروں
سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو ہر جگہ اور ہر ملک میں یکساں ہوتا نہ کہ ایک چھوٹی
سی جگہ میں دو کیفیتیں۔ ایسی حالت میں اس کا کیونکر یقین کرلیں کہ انسانی اونٹ
کی نکیل سیاروں کے ہاتھ میں ہے کہ وہ انسان کو جدھر چاہیں لے جائیں۔ چاہیا

پر روک ٹوک صرف حضرت انسان ہی کے واسطے ہیں یا خدا کی اور مخلوق بھی انہیں جھگڑوں میں گرفتار ہے۔ ہم پرندوں کو دیکھتے ہیں کہ اُن کی موت وحیات بھی ہماری جیسی ہے وہ سفر بھی کرتے ہیں گھر بھی بناتے ہیں۔ بیاہ بھی کرتے ہیں اُن کے اولاد بھی ہوتی ہے اُن کے بچّے مرتے بھی ہیں زندہ بھی رہتے ہیں۔ وہ خوش بھی رہتے ہیں اور رنجیدہ بھی۔ کبھی وہ ہوا میں اڑتے ہیں کبھی زمین پر دانہ چُگتے ہیں خبر نہیں کہ ان میں بھی کوئی پنڈت جی شگن بتانے والے ہوتے ہیں یا نہیں اور نہیں ہوتے تو اُن کے کام کاج کیسے چلتے ہیں۔ پرندوں میں تو ہم نے سُنا نہیں لیکن درندوں میں تو ایک جانور ضرور نجومی ہوتا ہے اُس کی ایک مثل بھی مشہور ہے لومڑی اوروں کو شگن بتاتی ہے اور آپ . . . .

جس طرح علم ہیئت کا وہمی لوگوں نے ناس مارا ہے اسی طرح اگر ہم علم نباتات وغیرہ کی مٹی پلید کرنا چاہیں تو یوں کہہ سکتے ہیں جب گنگا میں اہلہ آتا ہے تو کابل میں آم اور شریفے بکثرت پیدا ہوتے ہیں اور تاڑ کے درخت خشک ہوجاتے ہیں اور جب جمنا خشک ہوجاتی ہے تو امریکہ میں نیشکر کی کاشت کو سخت نقصان پہنچتا ہے لیکن گائیں خوب دودھ دیتی ہیں۔ بھلا کوئی شخص جس کو خدا نے عقل دی ہو ان اَن مل بے جوڑ باتوں کو مان سکتا ہے یا ان کو علم کے نام سے موسوم کرسکتا ہے ہرگز نہیں۔ اب ہم نجوم کی بحث کو ختم کرتے ہیں اور تعویذ گنڈوں اور علم کیمیا پر نظر ڈالتے ہیں فقط

جوڑا ہے پر رکھ دو (تاکہ نجومی صاحب کسی سے اُٹھوا کر بکار برند) یہ وہی مثل ہوئی

"چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا — الایا ایہا السّاقی ادر کاساً وناولہا"

معلوم نہیں کہ یہ کھانے پینے کی چیزیں بیچارے سیّاروں کے کس مصرف میں آتی ہونگی۔ آہا اب معلوم ہوا نجومی بھی تو سیّاروں کے رشتہ دار ہیں کیونکہ انہیں کی طرح گردش اور دورہ میں ہمیشہ رہتے ہیں۔ پس جب وہ اپنے عزیزوں سے کہ سن کر مصیبت ٹلوا دیتے ہیں تو کیا اتنا بھی نہ کریں کہ نیل تمباکو اور کپڑے کو اپنے کام میں لے آویں؟

بعض پتھر بھی ایسے بتائے جاتے ہیں جن کے استعمال سے خاص خاص سیّاروں کی تاثیریں باطل ہو جاتی ہیں اُن کو زیوروں کی جگہ استعمال کرنے سے حاکمِ وقت مہربان اور دشمن ذلیل و خوار رہتے ہیں مفلسی جاتی ہے تونگری آتی ہے۔ ان نجومیوں کی سعادت اور نحوست نے اس قدر پاؤں پھیلائے ہیں کہ دنیا کی کوئی چیز ان کے تصرّف سے نہیں بچی۔ بعض مکان نحس سمجھے جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ صبح صبح بندر کا نام لینا منحوس ہے لیکن صورت دیکھنا اچھا ہے۔ پاؤں پر پاؤں رکھ کر لیٹنا بھی نحس ہے۔ کسی کام کے وقت چھینکنا اور کانے آدمی کا سفر کرتے ہوئے مل جانا بھی منحوس ہے۔ نجومی چور جب چوری کو نکلتے ہیں تو اُن کے ساتھ ایک شگونیا بھی ہوتا ہے اور وہ ہوا کو سونگھ کر اور لومڑی کی آواز سن کر چوروں کو بتا دیتا ہے کہ اس طرف چوری کو جاؤ اور اُس طرف مت جاؤ۔ ایسی ہزارہا باتیں ہیں کوئی کہاں تک لکھے۔ ہم پھر سوچتے ہیں کہ یہ ساری صعوبتیں اور بات بات

یہ ہی ہے چنانچہ وہ جا بجا فرماتا ہے۔

(۱) وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ٥

(ترجمہ) (اے پیغمبرؐ) اور قرآن کو ہمنے تھوڑا تھوڑا کرکے (اس مصلحت سے) اُتارا کہ تم مہلت کے ساتھ اُسے لوگوں کو پڑھ کر سناؤ اور (اسی مصلحت سے) ہم نے رفتہ رفتہ اُسے اُتارا ہے*

(۲) هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۔ (ترجمہ) اس سے (سب) لوگوں کو (سمجھانا) مقصود ہے لیکن ہدایت اور نصیحت تو اس سے وہ ہی لوگ پکڑتے ہیں جن کے دل میں (خدا کا) ڈر ہے*

(۳) اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ٥ ۔ یہ قرآن تو دنیا جہان کے لوگوں کے لئے محض نصیحت ہے اور بس*

(۴) وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ٥ ۔ اور (مسلمانو) ہم نے (اس قرآن میں) تمہارے پاس کھلے کھلے احکام بھیجے ہیں اور جو لوگ تم سے پہلے ہو گزرے ہیں اُن کے حالات اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت (کی باتیں)*

(۵) قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ٥ (یہ) قرآن (صاف اور سلیس) عربی (زبان میں ہے) اس میں کسی طرح کی پیچیدگی نہیں تاکہ یہ لوگ (اسکو بخوبی سمجھیں اور سمجھ کر خدا سے) ڈریں*

(۶) وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ٥ ۔ اور ہم نے قرآن کو

نمبر ۲

تعویذ گنڈے عملیات جنتر منتر اور کیمیا

جب تاثیراتِ نقوش اور عملیات وغیرہ پر بحث شروع ہوتی ہے تب خواہ مخواہ ہر پھر کر اس بات پر بحث آٹک جاتی ہے کہ کیا خدا کے کلام میں تاثیر نہیں ہے۔ اس لئے سب سے پہلے ہمیں اس امر کو صاف کرنا چاہیئے کہ کلام خدا میں اثر ہونے سے لوگوں کا مقصود کیا ہے اور فی نفسہ اُس میں کیا تاثیر ہے ٭

ہم کو خدا کے کلام کی تاثیر تسلیم ہے۔ لیکن کس قسم کی۔ قرآن شریف کھول کر دیکھئے خدا کا کلام کہیں ہم کو بشارت دیتا ہے کہیں ڈراتا ہے کہیں نصیحت کرتا ہے کہیں انبیاء ماسبق اور اُن کی اُمتوں کے حالات سُناتا ہے تاکہ ہمیں عبرت ہو۔ دوزخ کی صعوبتیں جنّت کی راحتیں دنیا کی بے ثباتی بد اخلاقی کی برائیاں نیکیوں کی بھلائیاں شرک کی مذمّت عبادت کے طریقے معاملات کے قواعد معاشرت کے قانون ماں باپ. بہن بھائی بی بی بچوں کے حقوق عزیز و اقارب ہمسایوں یتیموں محتاجوں اور مسافروں کے ساتھ نیکی اور احسان ہر قسم کے اوامر و نواہی غرضنکہ قرآن مجید میں ہم یہ ہی باتیں پاتے ہیں۔ بے شک جو شخص اُس کو سمجھ کر پڑھیگا وہ اس قسم کی ہزاروں نصیحتیں اُس سے حاصل کریگا۔ یہ ہی کلام پاک کی تاثیریں ہیں اور خدا کا مقصد بھی اُس کے نازل فرمانے سے

کہ اُسے یہ معلوم ہو جائے کہ قرآن میں ھُم کتنی جگہ آیا ہے اور کُم کتنے مقام پر۔
کوئی اُس کے زیر زبر گن رہا ہے۔ کوئی اس فکر میں ہے کہ قرآن مجید کی تقطیع اتنی
چھوٹی ہو جائے کہ اُس کو چاندی کے ڈھولنے میں بند کرکے گلے میں لٹکائے
پھرے لیکن اُس کے معانی اور مطالب کی طرف کسی کی توجہ نہیں۔ اگر کسی پڑھے
لکھے آدمی سے بھی اتفاقاً کسی آیت کے معنی پوچھے جاتے ہیں تو وہ ایک عجیب ادا
سے کانپ کر یہ جواب دیتا ہے کہ قرآن کے معنی بتانا علماء اور فضلاء کا کام ہے۔
لوگوں نے قرآن شریف کی آیتوں کو جن جن کاموں کے لئے مخصوص کر رکھا ہے اُن کی
تفصیل کرنا موجب طوالت ہے لیکن ہم مثال کے طور پر صرف وہ آیتیں مع ترجمہ
لکھتے ہیں جو دفع امراض کے لئے پڑھ پڑھ کر مریض پر دم کرتے ہیں یا پانی میں گھول
کر پلاتے ہیں دیکھیں وہ آیات فی نفسہ بیماروں کے نسخے ہیں یا اور کچھ۔

(۱) یَآاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْکُمْ مَّوْعِظَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ
وَھُدًی وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ہ۔ لوگو (اتمام حجت کے طور پر) تمہارے پروردگار کی
طرف سے تمہارے پاس نصیحت آچکی اور امراض قلبی (یعنی شرک وغیرہ) کی دوا اور
ایمان والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ؁

(۲) قُلْ ھُوَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ھُدًی وَّشِفَآءٌ۔ (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ جو
لوگ ایمان رکھتے ہیں اُن کے لئے تو یہ (قرآن سرتا پا) ہدایت اور امراض روحانی
یعنی شرک و بد اخلاقی کی شفا ہے ؁

(لوگوں کے) نصیحت پکڑنے کے لئے آسان کردیا ہے تو کوئی ہے کہ نصیحت پکڑے*
افسوس صد ہزار افسوس خدا تو صاف صاف الفاظ میں یہ فرمائے کہ ہم نے قرآن کو
افہام تفہیم اور پند و نصیحت کے لئے اُتارا ہے اور لوگ ہیں کہ اُس کو زبردستی عملیات
تعویذ گنڈوں اور جھاڑ پھونک کی کتاب بنائے دیتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کی نسبت
ایک جگہ خدا فرماتا ہے۔ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ
مَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ۚ اور اللہ کے احکام کی ہنسی
نہ بناؤ اور اللہ نے جو تم پر احسان کئے ہیں اُن کو یاد کرو اور (اس کا) وہ (احسان بھی
یاد کرو) کہ اُس نے تم پر کتاب اور عقل کی باتیں اُتاریں کہ تم کو اُن کے ذریعہ سے نصیحت کرے*
کیوں صاحبو! اس سے بڑھ کر ہنسی تمسخر استہزا اور کیا ہوگا کہ ہم خدا کی مرضی کے
خلاف اُس کے کلام سے کام لینا چاہتے ہیں۔ کوئی اُسے فالنامہ اور تعبیر خواب کی
کتاب سمجھتا ہے کوئی اُس کی آیتوں کو بچھو کے کاٹے کا منتر بتاتا ہے۔ کوئی اُس کی
سورتوں یا جملوں کے فلیتے بنا کر حاضرات کرتا۔ اور جنوں کو بُلاتا ہے۔ کوئی اُسے
نجوم رمل اور جفر کا مجموعہ سمجھتا ہے کوئی اُس میں اسمِ اعظم تلاش کرتا ہے۔
جس کے زور سے وہ آسیب جن دیو پری درند چرند پرند ہیجدہ ہزار عالم کو اپنا مطیع
بنائے کوئی اُس کی آیات کو دردسر اور تپ لرزہ وغیرہ کے نسخوں کی جگہ استعمال کرتا
ہے۔ پڑھے لکھے لوگ بھی ایسے ہی مخمصوں میں گرفتار ہیں۔ کوئی صرف الفاظ کے یاد کرلینے کو
نجات کا ذریعہ بتاتا اور ثواب کا مستحق قرار دیتا ہے۔ کوئی اپنی اسی میں خوبی سمجھتا ہے

یَتَفَکَّرُوْنَ ۝ اور اے پیغمبر تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈالی کہ پہاڑوں میں اور درختوں میں اور لوگ جو اونچی اونچی ٹٹیاں بنا لیتے ہیں اُن میں چھتے بنا۔ پھر ہر طرح کے پھلوں سے (اُن کا عرق) چوستی پھر (مزے سے) اپنے پروردگار کے آسان طریقوں پر چلی جا مکھیوں کے پیٹ سے پینے کی ایک چیز نکلتی ہے (یعنی شہد) جس کی رنگتیں طرح بطرح کی ہوتی ہیں (اور) اُس میں لوگوں (کی بہت سی بیماریوں) کی شفا ہے بیشک غور کرنے والوں کے لئے اس میں بھی (خدا کی قدرت کی ایک بڑی) نشانی ہے۔ یہ آیت ہم نے لکھی تو اس غرض سے تھی کہ اس میں شہد کا ذکر ہے جو ہماری دواؤں کے کام آتا ہے لیکن اب غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اس میں منجملہ قوانین فطرت ایک عادت الٰہی کا بیان ہے اور فَاسْلُکِیْ سُبُلَ رَبِّکِ ذُلُلاً ط سے صاف طور پر یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خدا کے بنائے ہوئے قاعدے نہیں ٹوٹتے کیونکہ ادھر تو خدائے تعالےٰ مکھیوں کو اطمینان دلاتا ہے کہ اپنے پروردگار کے آسان قانون پر مزے سے چلی جاؤ ادھر ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے بھی ہیں کہ مکھیاں آج تک اُسی طریقہ پر اپنا کام کرتی ہیں جو خدا نے اُن کو بتا دیا اور وہ کبھی کسی عامل صاحب کی خدمت میں اس غرض سے حاضر نہیں ہوئیں کہ عامل صاحب اُن کے گلے میں کوئی ایسا تعویذ ڈال دیں جس کے اثر سے ہوا کا موکل اُن کے چھتوں میں شہد بھر دیا کرے اور اُن کو ہاتھ پاؤں ہلانے کی ضرورت نہ پڑے۔ کیسے تعجب کی بات ہے کہ مکھیاں تو اپنے خدا کے بنائے ہوئے

(۳) وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاۗءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ اور ہم قرآن میں ایسی ایسی باتیں اُتارتے ہیں جو ایمان والوں کے لئے امراض روحانی کا علاج اور (موجب) رحمت ہیں ؛

(۴) وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۙ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ۙ اور خدا مسلمانوں کے گروہ کی چھاتیوں کو ٹھنڈا کریگا اور اُن کے دلوں میں جو (کافروں کی طرف سے) غصہ (بھرا ہوا) ہے اُس (کی خلش) کو بھی دور کریگا ؛

(۵) وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ۙ اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو وہ ہی (یعنی خدا) مجھ کو شفا دیتا ہے ؛

لوگو خدا کے لئے انصاف کرو کہیں بھی اس کا پتہ چلتا ہے کہ خدا نے یہ آیتیں کھانسی زکام اور جاڑا بخار کھونے کے لئے نازل فرمائی ہیں - پہلی چار آیتوں میں تو کفر و شرک وغیرہ امراض قلبی کا بیان ہے اور شفا سے مراد ہے خدا کی رحمت اور مہربانی اور پانچویں آیت میں خدا کے شافی مطلق ہونے کا اعتراف ہے وبس- خداوند تعالےٰ نے قرآن مجید میں اُن چیزوں کا بھی نام بتایا ہے جو سچ مچ ہمارے امراض جسمانی کے کام میں آتی ہیں اور وہ یہ ہی مادی چیزیں ہیں نہ فرضی اور خیالی چنانچہ ایک مقام پر فرماتا ہے - وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ۙ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۭ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَاۗءٌ لِّلنَّاسِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ

ایک (مناسب) اندازہ ٹھیرادیا۔ افسوس آج کو ہم واعظ نہ ہوئے ورنہ ہم ان آیتوں کے ذریعہ سے جو ہماری بحث کا موضوع ہیں لوگوں کو بتا دیتے ہیں کہ وہ کن دھوکوں میں پڑے ہوئے ہیں - پھر بھی آیتیں مع ترجمہ لکھ دی گئی ہیں جن سے ہر شخص حق اور باطل کی تمیز کر سکتا ہے۔ ہم اب تک خدا کے کلام کی تاثیر کے متعلق بحث کر رہے ہیں اور ہم نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ لوگوں نے قرآن مجید کا کھیل بنا رکھا ہے اور جو اس کے نازل ہونے کا مقصد ہے اُس کو چھوڑ کر وہموں اور وسوسوں میں گرفتار ہیں اور افسوس ہے کہ اس پر ان کو بہت کچھ فخر و مباہات بھی ہے پس جب لوگوں نے کلام خدا کی یہ قدر کی ہو اُن سے اس امر میں زیادہ بحث کرنا کہ کلام خدا میں کیسی تاثیر ہے محض فضول ہے اور اب ہم اس بحث کو چھوڑ کر دوسری قسم کی بحث کرتے ہیں صرف ایک آیت جو خدا نے یہودیوں کی نسبت فرمائی تھی اور جو ہم مسلمانوں پر پوری منطبق ہوتی ہے اس مقام پر اور لکھے دیتے ہیں اگر اس سے بھی کوئی سبق حاصل نہ کرے تو خدا کا حکم۔ وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ - اور بعضے ان پڑھ ہیں جو مُنہ سے لفظوں کے بڑبڑا لینے کے سوا کتاب (الہی کے مطلب) کو (کچھ بھی) نہیں سمجھتے اور وہ فقط خیالی تکّے چلایا کرتے ہیں۔ سو یہودیوں میں تو جاہل ہی ایسے تھے لیکن ہم میں افسوس ہے کہ پڑھے لکھے بھی ایسے ہی ہیں *

قواعد نہ بھولیں اور بڑی مضبوطی سے اُن پر قائم رہیں اور انسان جو اشرف المخلوق ہونے کا دعویدار ہے اور جسے فی الحقیقت عقل و علم بھی عطا ہوا ہے وہ خدا کے وعدوں خدا کے بنائے ہوئے قانون اور قواعد پر بھروسہ نکرے اور اُن کو قابل تغیر و تبدل سمجھے سچ کہا ہے۔ آدمی زادہ طرفہ معجون است کز فرشتہ سرشتہ وز حیواں

گر کند میل ایں شود کم ازیں ور کند قصد آں شود بہ ازاں

جس طرح خدا نے مکھیوں کی فطرت کو بیان فرمایا ہے اسی طرح وہ انسان کے بارہ میں بھی ارشاد فرماتا ہے۔

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ (یہ) خدا کی (بنائی ہوئی) سرشت ہے جس پر خدا نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ خدا کی بنائی ہوئی بناوٹ میں رد و بدل نہیں ہو سکتا یہی دین کا سیدھا راستہ ہے مگر اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔ پھر ایک جگہ فرماتا ہے لَا تَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ۔ خدا کی باتوں میں رد و بدل نہیں۔ پھر فرماتا ہے۔ اَلَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی ٥ وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی ٥ جس نے (تمام مخلوقات کو) بنایا اور (بہت) درست بنایا اور جس نے (ہر ایک چیز کی غرض و غایت کا) اندازہ کیا اور (اُس کو اُسی) رستے لگا دیا۔ پھر فرماتا ہے۔ وَكُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ٥ اور اُس کے ہاں ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر ہے۔ پھر فرماتا ہے۔ وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا۔ اور اُسی نے ہر ایک کو پیدا کیا پھر ہر ایک چیز کے لئے

ہے اُن میں جو کچھ خاصیت یا اثر ہے وہ ہمارا فرض کیا ہوا اور ہمارا مانا ہوا ہے ہم نے
خود ہی اپنی آوازوں کے مشابہ حروف ایجاد کئے پھر اُن سے الفاظ بنائے اور پھر آپ
ہی ہر لفظ کے معنے قرار دے لئے مثلاً الف اور ب کو ملا کر آب اور الف اور
گاف کو ملا کر آگ بنا لیا پہلے لفظ کے معنے پانی اور دوسرے کے آتش غرض کر لئے۔
اب جب ہم کسی فارسی دان سے کہینگے "آب" تو فوراً اُس کا ذہن اُس رقیق اور
سیّال چیز کی طرف منتقل ہو جائیگا اور ہمارا مطلب سمجھ لیگا۔ اسی طرح ہم کسی اُردو
دان سے کہینگے آگ تو اُس کی سمجھ میں معاً وہ شے آجاویگی جس سے چولھوں میں
لکڑیاں جلائی جاتی ہیں کیونکہ ہم نے استعمال سے پہلے ان الفاظ کو انہیں معنوں
میں بولنے کا معاہدہ کر لیا ہے۔ لیکن اگر آج ہم آپس میں اس معاہدہ کو توڑ دیں اور
نئے بچوں کے لئے ایک لغت بنا دیں جس میں آب کے معنے آتش اور آگ کے معنے
پانی لکھے ہوں تو اُن بچوں پر الفاظ آب اور آگ کا وہ اثر ہرگز نہ ہوگا جو ہم پر
ہوتا ہے۔ پس الفاظ میں فی نفسہ اثر کہاں رہا۔ اسی طرح اگر ہم صرف فارسی دان
سے کہیں آگ اور صرف اُردو دان سے کہیں آب تو وہ کچھ نہ سمجھینگے اور نہ اُن
پر کسی قسم کا اثر ہوگا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تمام دنیا کی زبانوں کے کسی لفظ میں یا کلام میں
فی نفسہ کوئی اثر نہیں ہے اور ہے تو وہ ہمارا فرض کیا ہوا۔ بشرطیکہ ہم اُس
زبان سے واقف ہوں اور وہ تاثیر بھی صرف افہام تفہیم کے لئے محدود ہے
اور ہم کلام کو صرف آلۂ اظہار خیالات سمجھتے اور یقین کرتے ہیں اور بس۔ اس پر

نمبر ۳
تعویذ گنڈے عملیات جنتر منتر اور کیمیا

خدا کی تمام مخلوقات پر انسان کو اس وجہ سے بھی شرف حاصل ہے کہ وہ اپنی تمام خواہشیں اور ضرورتیں آسانی سے رفع کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ دیکھئے بالکل ابتدائی انسانوں کی کوئی خاص زبان نہ تھی وہ صرف اشاروں یا معین آوازوں سے آپس میں ادائے مطلب کر لیتے تھے جس طرح آج افریقہ کی بعض صحرائی اور وحشی قومیں یا دوسرے جانور کر لیتے ہیں۔ رفتہ رفتہ انسانوں میں خداداد قابلیت اور عقل سے کام لے کر اپنی آوازوں اور اشاروں کے حرف بنائے اور پھر حروف کو الفاظ کی صورت میں لے آئے اور اُن میں روز بروز ترقی ہوتے ہوتے یہاں تک نوبت پہنچی کہ ایک زبان سے دوسری اور دوسری سے تیسری علیٰ ہذا صدہا زبانیں بن گئیں اور لوگوں نے ہر زبان کے صرف و نحو کے قواعد محاورے اصطلاحیں اور لغت کی کتابیں مرتب کر لیں۔ اب یہ سوال ہے کہ زبانیں کس غرض سے ایجاد ہوئی تھیں۔ صاف ظاہر ہے کہ انسانوں کے آپس میں ادائے مطلب اور افہام تفہیم کے لئے اور وہ اب تک اسی لئے تمام دنیا میں استعمال کی جاتی ہیں لیکن ہمارے دوست زبان سے کچھ اور کام بھی لینا چاہتے جس کی شرح ہم آگے کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے معلومہ الفاظ اور کلام میں ہر قسم کی خاصیتیں اور تاثیریں ہیں ہم عرض کرتے ہیں کہ دنیا کی کسی زبان کے الفاظ میں فی نفسہ کسی قسم کی تاثیر نہیں

آں کس کہ بہ قرآن و خبر زو نہ رہی　　　　این است جوابش کہ جوابش نہ دہی

اس شعر پر سچ کہیں ہمیں بھی رنج ہوا اور ہم نے اس کے جواب میں مولنا حالی کی یہ

یہ رباعی پڑھ دی۔ **رباعی**

یاروں میں نہ پایا جو کوئی عیب وگناہ　　　　کافر کہا واعظ نے اُنہیں اور گمراہ

جھوٹے کو نہیں ملتی شہادت جس وقت　　　　لاتا ہے خدا کو اپنے دعوے پہ گواہ

ہمارا رباعی کا پڑھنا تھا کہ ہمارے دوست بگڑ گئے "کافر ہو۔ مردود ہو جو آج سے تم لوگوں کے پاس آئے یا تم سے بات چیت کرے۔ غضب خدا کا پُرانی سب باتیں غلط جادو تو خیر کافروں کا علم تھا اُس کے لئے ہم بھی تو اصرار نہیں کرتے لیکن یہ کیا کہ نجوم غلط۔ رمل غلط۔ تعویذ گنڈے غلط۔ عملیات غلط۔ فلیتے غلط۔ شگون غلط۔ آسیب غلط۔ دیو پری غلط۔ بھوت پریت غلط۔ کیمیا غلط یہ غلط وہ غلط۔ بس ایک تم لوگوں کو عقل دی ہے سو ایسی عقل کو سلام ہے جس سے ہمارے دین و مذہب میں خلل آئے تمام زمانہ جانتا ہے کہ اسماء الحسنے یعنی اسماے الٰہی میں ہر قسم کی تاثیر ہے اور تم لوگ ایسی صریح بات سے انکار کرتے ہو"

ہمنے دست بستہ عرض کیا کہ حضرت قصور معاف ان باتوں کو مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے آپ ہر بات کو مذہب میں لے جاتے ہیں آپ کو خدا اور رسول کا جا و بیجا نام لینے میں احتیاط کرنا چاہیئے۔ ہم خدا کے کلام کی تاثیر کے بارے میں اس سے پہلے ایک مضمون لکھ چکے ہیں اور اُس میں صرف آیات قرآن مجید ہی سے

ہمارے کرم فرما نہایت خفا ہو کر فرماتے ہیں کہ تم دہریہ ہو بے دین ہو جو کلام کی اور اسماء کی تاثیرات سے انکار کرتے ہو کلام میں سب طرح کی یقینی تاثیریں ہیں ہم عرض کرتے ہیں کہ جناب کوئی دلیل لائیے۔ ثبوت دیجئے۔

وہ فرماتے ہیں۔ دلیل یہی ہے کہ خدا و رسول نے فرمایا اور ہمارے بزرگ برابر مانتے آئے۔ ہم عرض کرتے ہیں۔ کہ جناب قصور معاف۔ خدا نے خدا کے رسول نے تو کہیں فرمایا نہیں اور بزرگوں کا ذکر نہ تو ہمارے آمنت باللہ میں آیا ہے اور نہ اُن کا قول ہم مسلمانوں کے لئے کوئی حجت ہے۔ اس کے علاوہ دیکھئے سورج چمک رہا ہے دریا بہہ رہا ہے۔ آگ جل رہی ہے دھواں اُٹھ رہا ہے ہوا چل رہی ہے پھول کھل رہے ہیں۔ ہم اس بارود پر آگ رکھتے ہیں وہ بھک سے اُڑ جائیگی ہم آگ پر پانی ڈالتے ہیں وہ بجھ جائیگی زید بیمار تھا اُس نے دوا کھائی اُسے آرام ہو گیا بکر بھوکا تھا اُس نے کھانا کھایا اُس کا پیٹ بھر گیا۔ جب سوڈے اور ٹارٹرک ایسڈ کو الگ الگ پانی میں گھول کر آپس میں ملاتے ہیں تو پانی اُبلنے لگتا ہے۔ جب ہم اوپر کو اینٹ پھینکتے ہیں تو وہ آخر کار زمین پر گر پڑتی ہے ان اشیا اور ان خواص کے ثبوت میں آپ کبھی ایسی دلیلیں پیش نہیں کرتے کہ خدا نے یہ فرمایا ہے یا کسی بزرگ نے ان چیزوں میں یہ تاثیریں بتلائی ہیں اگر کوئی شخص ان سے ذرا بھی انکار کرے تو آپ فوراً اُس سے کہینگے کہ خدا نے آنکھیں دی ہیں دیکھ لے۔ پس اسی طرح ہمیں الفاظ کی تاثیر بھی دکھلا دیجئے۔ اس بات پر ہمارے مہربان نے نہایت غصہ ہو کر یہ شعر پڑھا ؎

توبس ایک اللہ ہی کی ہے (اور) اُس نے حکم دیا ہے کہ صرف اُسی کی پرستش کرو یہی دین (کا) سیدھا رستہ ہے مگر (افسوس) اکثر لوگ نہیں جانتے +

ہمارے دوست نے فرمایا کہ جب تم خدا کو مانتے ہو تو کیا تمہیں اُس کے قادرِ مطلق ہونے کا یقین نہیں ہے۔ واللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ پس اگر وہ الفاظ میں ہر طرح کی خاصیتیں دے دے تو اُس کا ہاتھ پکڑنے والا کون ہے۔ ہم نے کہا کہ بیشک خدا قادرِ مطلق ہے اور سب کچھ اُس کے اختیار میں ہے اور وہ جو کچھ چاہے کر سکتا ہے لیکن یہ اُس کی عادت ہے کہ اپنے قوانین اور قواعد کو جو اپنی حکمتِ کاملہ سے اُس نے بنا دئے ہیں نہیں بدلتا اور اُس کی عادت کی گواہی آسمان و زمین کی ساری کائنات اور تمام مخلوقات دے رہی ہے اور جن سمجھدار آدمیوں کو خداوند تعالیٰ نے چشمِ بصیرت عطا کی ہے اور تجربے اور مشاہدے کرنے کی توفیق دی ہے وہ اُسی طرح خدا کے قوانین کو بھی ناقابلِ تغیّر اور بے عیب سمجھتے ہیں جس طرح کہ خدا کی ذات کو۔ اب ہم دو چیزیں لیتے ہیں ایک کلام (گو وہ کلام خدا ہی ہو) دوسری دوا ان دونوں چیزوں میں دو قسم کی خاصیتیں ہیں۔ کلام کے ذریعہ سے ہم افہام تفہیم کر سکتے ہیں اور ادویات کے ذریعہ سے جسمانی امراض کا علاج۔ پہلی چیز چونکہ فرض کی ہوئی ہے اس لئے وہ ہمارے خیالات پر موثر ہے اور دوسری چیز چونکہ مادّی ہے اس لئے ہمارے جسم پر موثر ہے۔ اچھا تو اب دیکھئے ایک شخص کسی بت کی پوجا کر رہا ہے۔ ہم نے اُس سے کہا اے نادان شخص تو اُس چیز کو اپنا خدا سمجھتا

اس امر کو ثابت کر چکے ہیں۔ اللہ کا کلام ہمارے لئے پند و نصیحت ہے اُسے پہلے ملاحظہ فرما لیجئے۔ پھر ہمیں دہریہ یا کافر بنائیگا۔ ہم زبان سے اقرار کرتے ہیں اور دل سے تصدیق کرتے ہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ ہم مسلمان ہیں ہمیں دائرہ اسلام سے خارج نہ کیجئے۔ ہم مذہبِ اسلام کو دنیا کے تمام مذاہب سے بہتر اور عمدہ سمجھتے ہیں اُس میں جہاں اور ہزارہا خوبیاں ہیں منجملہ اُن کے ایک بڑی اور نہایت ہی اہم خوبی یہ بھی ہے کہ وہ انسان کو فرضی اور جھوٹے معبودوں کی پرستش کی ذلت سے بچاتا اور اُس کو وہم اور وسواس کی آلایش سے پاک کر کے صرف خدائے واحد کی طرف متوجہ کرتا ہے اور یہی بنیادِ اسلام ہے ؞

پھر ہم مسلمان ہو کر کس طرح ایسے فرضی اجسام کے اختیارات اور بے وجود باتیں اور اُن کی تاثیریں مان لیں جو بجز ہمارے عاملوں کے دُنیا میں کسی کو دکھائی نہیں دیتیں۔ دُنیا میں سبھی قسم کے لوگ ہوتے رہے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام جب مصر میں قید تھے تو وہ ایسے ہی لوگوں سے ایک دن فرمانے لگے۔

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ تم لوگ خدا کے سوا نرے ناموں ہی کی پرستش کرتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے (اپنے دل سے) گھڑ رکھے ہیں۔ خدا نے تو ان (کے معبود ہونے) کی کوئی سند اُتاری نہیں (تمام جہان میں) حکومت

بندوں کے کلام کا فرق میں آپ کو سمجھائے دیتا ہوں۔ آپ نے تو بہت ہی مختصر طور سے
اور صرف خدا ہی کی نسبت پوچھا ہے لوگ تو اس سوال کو یہاں سے شروع کرتے ہیں
کیا ہمارے کلام میں اور ہمارے جدّ القبلہ کے کلام میں جو خدا کے مقبول بندہ تھے کچھ
فرق نہیں۔ کیا ہمارے الفاظ اور فلاں پیر یا بزرگ کے الفاظ برابر ہو سکتے ہیں جبکہ وہ ایسے
صاحب نسبت اور خدا رسیدہ شخص تھے ہم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ فلاں
شاہ صاحب جو مجذوب اور سالک دونو تھے مہینوں دودھ یا ربڑی یا ملائی یا گھی
پر قناعت کرتے تھے اور جو برسوں ہمارے محلہ میں ٹھیرے رہے ہیں تو کیا ایسے
پاک بندوں اور ہم سے گندوں کی زبان کی تاثیر برابر ہو سکتی ہے ایسا ہرگز ہو نہیں
سکتا پھر یہی خیال اور سوال درجہ بدرجہ رسول تک پہنچتا ہے اور وہاں سے خدا تک
جیسا کہ آپ نے ابھی فرمایا۔ لیکن فی الحقیقت اس سوال میں بڑا دھوکا ہے اور یہی
خیال سارے فساد کی جڑ ہے یہی خیال ہے جس نے دنیا میں شرک کی بنیاد قائم
کی۔ یہی خیال ہے جس نے پیر پرستی قبر پرستی اور مخلوق پرستی کو رواج دیا۔ اور یہی
خیال ہے جس نے تقلید کی رسّی انسان سے اشرف المخلوق کے گلے میں ڈالی۔
یہی خیال ہے جس نے ایک دین کے ستر اور دو بہتر فرقے کر ڈالے۔ لوگ جب
کسی کو بزرگ سمجھ لیتے ہیں تو اُن کا جی چاہتا ہے کہ کچھ نہ کچھ نئی قسم کی صفتیں ہمارے
بزرگ میں پیدا ہو جائیں۔ وہ دیکھیں تو ضرور لیکن ہماری طرح نہیں کہ ہزار پانسو قدم کی
چیزیں جو نظر کے سامنے آئیں اُن کو دیکھ لیا۔ نہیں بلکہ مزا تو جب ہے وہ اپنی دونوں

ہے جسے تو نے خود اپنے ہاتھوں سے گھڑ لیا ہے اس پتھر کے بُت میں اتنی بھی قدرت نہیں کہ اپنے جسم سے ایک مکھی کو بھی اُڑا سکے اس سے بڑھ کر تو تجھے خود اختیارات حاصل ہیں۔ اُٹھ۔ جا اور اُس خدا کی عبادت کر جس نے سارے جہان کو بنایا ہے۔ بُت پرست ان کلمات کو سُن کر چونک پڑا اور اُسے اپنی غلطی پر تنبہ ہو گیا۔ یہ کلام کی تاثیر تھی۔ زید پیٹ کے درد سے سخت تکلیف میں مبتلا ہے اور ہم نے مسہل دوا اُس کو پلا دی دو گھنٹہ میں اُس کا پیٹ صاف ہو گیا اور اسے آرام ہو گیا۔ دیکھئے یہ دوا کا اثر تھا۔ ایک مثال اور لیجئے۔

اگر ہم پیاسے ہوں تو پانی پانی کہنے سے کبھی ہماری پیاس نہیں بجھ سکتی معلوم ہوا کہ الفاظ کا اثر مادہ پر نہیں پڑتا اور وہ صرف خیال پر محدود ہے ایک بارود کی ڈھیری کے پاس ہزاروں بار آگ آگ کہے جاویں اُس پر کچھ نہ ہوگا لیکن اگر ذرا سی چنگاری اُس پر رکھ دینگے تو وہ بھک سے اُڑ جائیگی۔ ایک مادّہ دوسرے مادہ پر یوں اثر کرتا ہے۔ ہمارے دوست اب کسی قدر ٹھنڈے ہو کر بولے تمہاری دلیل تو پکّی ہے اور حقیقت میں کلام اور دوا کے خواص جُداگانہ ہیں لیکن ایک بات جی سے کسی طرح نہیں نکلتی اور وہ یہ ہے کہ آخر خدا کے اور بندوں کے کلام میں کچھ تو تمیز اور فرق ہونا چاہئے تم نے تو سب دھان بائیس پنسیری کر دئے اگر یہی بات ہے تو خدا میں اور بندوں میں کیا فرق رہا +

(ہم) جناب توبہ کیجئے توبہ ایسا کلمہ اور آپ اپنی زبان سے نکالیں۔ خدا اور

لہٗ جَنَّۃٌ یَّاْکُلُ مِنْھَا۔ یہ کیا رسول ہے جو کھانا کھاتا اور بازاروں میں (پڑا) پھرتا ہے اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیج دیا گیا کہ اُس کے ساتھ ہو کر (وہ بھی لوگوں کو عذاب خدا سے) ڈراتا یا اس پر کوئی خزانہ (یعنی مَن) برسا ہو۔ (زیادہ نہیں تو) اس کے پاس (ایک) باغ (ہی) ہوتا اُس سے کھاتا پیتا +

نمبر ۴

غرضکہ لوگوں کی ہمیشہ یہی خواہش رہتی ہے کہ اُن کے پیروں اور بزرگوں کے کلام سے صرف وہی تاثیریں مترتب ہوں جو عام آدمیوں کی بول چال میں پائی جاتی ہیں بلکہ وہ اُن کی دواؤں کے کام بھی آویں۔ غذا کا کام بھی دیں اور اُن سے ہر قسم کی انسانی مشکلات بھی حل ہوتی ہیں +

ان لوگوں کے ایسے خیالات کیوں ہو جاتے ہیں اُس کی وجہ ہے نیازمندانہ خوش عقیدگی ارادتمندانہ محبت "پیراں نمی پرند مریداں می پرانند" یہی گرویدگی بڑھتے بڑھتے تعشق تک پہنچتی ہے۔ والعشق نوع من الجنون۔ جس طرح عشق میں انسان کو اچھائی بُرائی کی تمیز نہیں رہتی حب الشئے یعمی ویصم۔ اسی طرح نفرت اور عداوت بھی انسان کو اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے "عیب نماید ہنرش در نظر" ہمارے شاعر بھی اسی رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ چنانچہ شاہنامہ میں فردوسی نے ایک جگہ اس کا اقبال بھی کیا ہے ؎

آنکھیں بند کرلیں اور پورب پچھم اُتر دکھن تحت اور فوق کی ساری چھپی اور ڈھکی
چیزیں اور چودہ طبق اُن پر روشن ہوجاویں۔ بلکہ وہ لوگوں کے دلی راز تک سے
ہمیشہ واقف رہیں۔ وہ سُنیں تو ضرور مگر ہماری طرح نہیں بلکہ ہندمیں رہ کر چین کے
رہنے والوں کی باتیں بیٹھے بیٹھے سُنا کریں اسی طرح وہ سارے کام کریں لیکن ہم سے
جداگانہ اور کسی عجیب وغریب طریقہ سے وہ بغیر کھائے پیئے جیتے ہوں وہ بغیر پروں
کے اُڑتے ہوں اور ہر جگہ خدا کی طرح حاضر وناظر وسمیع وبصیر ہوں۔ ان لوگوں کے
نزدیک ایسے شخص کی کوئی وقعت اور عزت نہیں ہوتی جو بھلا مانس۔ ایماندار۔ ملنسار۔
خلیق۔ منکسر۔ متواضع۔ ہمدرد۔ خداترس۔ خوش معاملہ صادق القول۔ صادق الوعد
صابر۔ حیادار۔ رحم دل اور تمام انسانی صفات سے آراستہ ہو۔ اُن کی آنکھیں تو
کرشمہ وکرامات اور ایسی چیزوں کو ڈھونڈھتی ہیں جن کے لئے انسان بنایا نہیں گیا
اس خیال کی جھلک ان لوگوں کی معمولی معمولی باتوں میں بھی تو پائی جاتی ہے۔ جو
شخص اِن کے حلقوں میں بیٹھ کر موٹے موٹے عربی وفارسی کے بعید الفہم لغت
چھانٹے اُسے یہ لوگ مولوی اور عالم سمجھتے ہیں اور جو بیچارہ سیدھی سادھی اُردو
میں باتیں کرے (گو وہ علمی ہی باتیں ہوں) اُسے جاہل سمجھتے ہیں۔ اس قسم کے
بے تکے لوگ ہر زمانہ ہر قوم میں ہوتے آئے ہیں۔ خود آنحضرت (صلعم) کو بھی ایسے
ہی لوگوں سے پالا پڑا تھا وہ کہتے تھے "مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ
فِي الْاَسْوَاقِ ط لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ہ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ

کریں یہ بات تو ہمارے دل سے نکلتی ہی نہیں کہ خدا کے کلام میں صرف ویسا ہی اثر

ہو جو عموماً کلام میں ہوتا ہے ◆

(ہم) اچھا اب ہم دوسری طرح آپ کو سمجھاتے ہیں۔ آپ بڑی سے بڑی وجہ کلام خدا

میں کوئی اور خصوصیت پیدا کرنے کی صرف یہ ہی نا قرار دیتے ہیں کہ وہ خدا کا کلام ہے

اُس میں سبھی قسم کی تاثیریں ہونا چاہئیں۔ دیکھئے اب اسی اصول پر قائم رہئیگا ◆

(دوست) ہاں۔ ہاں۔ ضرور۔ ضرور ◆

(ہم) آپ اسے تو مانتے ہیں کہ جڑی بوٹیوں اور دوائیوں میں دفع امراض جسمانی

کی تاثیریں ہیں ◆

(دوست) ہاں۔ ہاں۔ بے شک ◆

(ہم) اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اُن کو خدا نے پیدا کیا اور خدا ہی نے یہ تاثیریں اُن کو

بخشی ہیں ◆

(دوست) اس سے کون انکار کرسکتا ہے ◆

(ہم) تو پھر آئیے ہم اور آپ مل کر ایک نئی قسم کا شفا خانہ کھولیں جس میں جھوٹوں

کو شربت بنفشہ بدمعاشوں کو گلو۔ دغا بازوں کو ملٹھی۔ چوروں کو گاوزباں۔ مکاروں

کو شاہترہ۔ فریبیوں کو عرق سونف اور نجومیوں کو مربا سیب (نجومی مزے میں رہے)

کا استعمال کرائیں۔ خدا نے چاہا تو سب کی علتیں اور بداخلاقیاں دور ہو جائینگی اور

انشاء اللہ تعالےٰ اس املی کے درخت پر آم ضرور آئینگے ◆

منش کردہ ام رستم داستاں وگرنہ یلے بود در سیستاں

بہرحال حد سے گذری ہوئی محبت ہو یا عداوت ہیں دونو چیزیں عندالشرع والعقل نامحمود اور اسی کو افراط تفریط کہتے ہیں لیکن جو کچھ بھی ہو خدا کی مرضی اور اُس کا قانون ہماری محبت اور عداوت یا ہماری خواہشوں کا تابع نہیں ہے چاہے ہم اپنا سر ہی کیوں نہ پھوڑ ڈالیں +

(دوست) آپ کے اس بیان سے تو خدا اور انسان کا کلام تاثیر میں یکساں ہی معلوم ہوتا ہے اگر ہم دوسرے قسم کے اثر نہ مانیں تو خدا کے کلام میں خصوصیت ہی کیا رہی +

(ہم) صاحب گھبرائیے نہیں ہم خدا کے کلام کی خصوصیت بھی بتائے دیتے ہیں وہ ہمارے کلام سے زیادہ فصیح وہ ہمارے کلام سے زیادہ بلیغ وہ ہمارے کلام سے زیادہ زود اثر وہ صرفی نحوی اور کلام کے دوسرے سقموں سے پاک اُس کا طرز ادا نہایت دلکش وہ ہمیں نیکیوں کی طرف رغبت دلانے والا اور بدیوں سے بچانے والا ہوتا ہے غرضکہ اس قسم کی جتنی اعلےٰ سے اعلےٰ خوبیاں کسی کلام میں ہونی ممکن ہیں وہ اُسی میں ہوتی ہیں یہی خدا کے اور انسان کے کلام میں فرق ہے +

(دوست) اس دلیل سے تو اچھی طرح ہماری تسکین نہیں ہوئی کیونکہ عربی ہم جانتے نہیں۔ پھر کیونکر کلام خدا کی فصاحت اور بلاغت اور دوسری خوبیوں کا اندازہ کریں کوئی ایسی دلیل پیش کر جس سے ہماری تسلی ہو جائے اور جسے ہم خود سمجھ سکیں۔ کیا

میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص تمام جن و انس وارواح وغیرہ کو اپنا تابع کرنا چاہے تو
اولاً بطریق آداب و سند دوگانہ جو اوپر مذکور ہوئے بجالائے پھر بہ نیت نصاب مجموعہ
اسمائے عظام یعنی اسم اول سبحانک سے تا غیاثی اکتالیس ہزار بار اور نصف
اُس کا بہ نیت زکوٰۃ اور اُس کا نصف بہ نیت عشر اور اس کا آدھا یعنی پانچ ہزار سو اسو
بار بہ نیت قفل دور مدور برابر نصاب یا دو چند نصاب یا دو چند مجموعہ شرائط مذکور سے
پڑھے (اس سوال کو ریاضی کے پروفیسر ضیاء الدین احمد صاحب ضرور حل کریں)
اور بدل سات ہزار بار و ختم ایک ہزار دو سو بار پڑھے پھر تین خلوتیں اس طرح
اختیار کرے کہ جہاں کوئی آواز نہ سُنائی دے (عامل اپنی آواز بھی نہ سنے ورنہ کھیل
بگڑ جائیگا) اگر شہر میں یہ امر میسر نہ ہو تو جنگل یا پہاڑ پر جائے (اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو
دُنیا ہی سے تشریف لے جائے) یہ عزیمت بھی پڑھے۔ عزمت علیکم یا بکتا نوش
ملک الجش والمغرب والنجم ابی عم وبحق ابوک بحق رب ابوک جمھوش اخوک
وبحق ایتاج الملک انبث بحیا قرشطا قرشطا ساعۃ ساعۃ کھولۃ کھولۃ حطما حطما
میسرا میسرا اعجل اعجل یا بکتا نوش بحق (اس عربی کو بجز موکّلوں کے اور کون سمجھ سکتا
ہے) اس کے بعد کلمۂ توحید لکھا ہے جسے ہم اس سلسلہ میں نقل کرنا خلاف ادب
سمجھتے ہیں +

پھر لکھا ہے مگر خلوت تبدیل کرتا رہے یعنی جس جگہ ایک خلوت کرے وہاں دوسری
نہ کرے اگر حجرہ احد ہو تو بہ تغیر رنگ حجرہ کو تبدیل کرتا رہے (یہاں دو خلوتوں کا مفصل

(دوست) ایں! یہ کس طرح ہوسکتا ہے ⁂

(ہم) اور یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ آپ مریض کے پیٹ کے درد۔ سر کے درد۔ پھوڑے پھنسی۔ جاڑے بخار اور ہیضہ کا علاج صرف الفاظ پڑھ کر اور پھونک یا کاغذ پر لکھکر گلے میں ڈال کر کرلیں۔ اب یہاں اپنی وہی دلیل یاد کیجئے کہ "خدا کے کلام میں سب طرح کا اثر ہونا چاہئے"۔ ہم کہتے ہیں کہ خدا کی دوا میں بھی ہر قسم کی تاثیر ہونا چاہئے کیونکہ اسی نے دواؤں کو پیدا کیا ہے کلام بھی اس کا دوا بھی اس کی ایک اس کا قول ہے ایک اس کا فعل ہے پس دونوں چیزوں میں ہر طرح کا اثر ہونا چاہئے یہ کیا کہ آپ کلام کی تاثیریں تو نامحدود مانیں اور دوا کے خواص محدود۔ اور صرف دوا پر کیا ٹھیکا ہے دنیا کی ساری چیزیں خدا ہی نے بنائی ہیں۔ یہی خیال پیش نظر رکھکر اگر ہم ہر قسم کے کام ہر چیز سے جب جی چاہے لینے لگیں۔ مثلاً ہم کپڑا پہن کر یہ سمجھ لیں کہ ہمارا پیٹ بھر جائیگا یا کھانا کھا کر یہ سوچیں کہ نوکری مل جائیگی یا ورزش کر کے یہ سمجھ لیں کہ مقدمہ جیت جائینگے۔ تو اس پر بھی اعتراض نہ کیجئے ⁂

(ہمارے دوست ان باتوں کو سن کر بہت چکرائے اور پوچھنے لگے) کیوں جی تو پھر اتنی ساری کتابیں قلمی اور چھپی ہوئی ان باتوں کی موجود ہیں یہ سب غلط ہیں ⁂

(ہم) ہاں جناب بالکل غلط دھوکے کی ٹٹی صرف لکھے جانے یا چھپ جانے سے کوئی بات سچی تھوڑا ہی ہوسکتی ہے۔ ان کتابوں میں تو ایسی لغو باتیں بھری پڑی ہیں جن کے ماننے سے دنیا کا سارا کارخانہ ہی درہم برہم ہوا جاتا ہے مثلاً ایک کتاب

دھوکوں میں ہمیشہ آکر اپنا نقصان کر بیٹھتے ہیں۔ ان لوگوں میں عام طور سے یہ خیال پھیلا ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی بڑے سے بڑے عمل کا عامل ہو جائے تو اُس کے قابو میں مؤکل آجاتے ہیں اور وہ اُن کے ذریعہ سے ہر قسم کے کام لے سکتا ہے سفر کرنے کے لئے اُسے ریل کی یا کسی سواری کی ضرورت نہیں اِدھر اُس نے ارادہ کیا اور اُدھر مؤکل لے اُڑا۔ کھانا پکانے کے لئے باورچی کی ضرورت نہیں۔ اِدھر عامل کو خیال آیا اور اُدھر نہایت نفیس خوانوں میں گرما گرم تازہ تازہ کھانا۔ دیس دیس کی مٹھائیاں اور مُلکوں مُلکوں کے میوے مؤکلوں نے حاضر کر دئے۔ ہائے افسوس انگریز نہایت بدنصیب ہیں جو ان عاملوں کی خدمت نہیں کرتے اور مفت میں محنت کر کر کے اپنی عمر دوسرے علموں کی تحقیقات میں برباد کر رہے ہیں کوئی پہاڑوں پہاڑوں مارا مارا پھرتا ہے کوئی جنگلوں کی خاک چھانتا پھرتا ہے کوئی دریاؤں اور سمندروں میں غوطے لگاتا ہے اگر آج ہمارے عاملوں کی شاگردی کر لیتے اور چلہ بھر سورج کے سامنے ایک ٹانگ سے کھڑے ہو کر کوئی اچھا سا عمل سیکھ لیتے تو سارے دلدر پار ہو جاتے نہ سرحد پر فوجوں کی ضرورت ہوتی نہ کچہریوں میں حاکموں کی نہ شفاخانوں میں ڈاکٹروں کی نہ سکولوں میں ماسٹروں کی ساری سلطنت کے کام انہیں مؤکلوں کے ذریعہ سے بلا تنخواہ کے لیا کرتے مگر اُن کی ایسی تقدیر کہاں آخر کافر ہیں لیکن تعجب تو مسلمانوں پر بھی آتا ہے کہ باوجود اس کے کہ ایسا علم اور معقول ومفید ہنر اُن کے ہاتھ میں ہے پھر بھی روٹیوں کو محتاج اَوروں کا تو کیا ذکر خود عامل صاحبوں کو دیکھا ہے کہ وہ دو دو آنوں کے لئے لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے پھرتے

حالانکھا ہے) خلوت سوم اس میں زمین سیاہ اور مصلےٰ سبز کرے اور سات ہفتہ
دعوت دے اول ہفتہ میں حجرہ صاحب دعوت کا زمین سے تا آسمان منور ہوجاے
اور ایک جماعت روحانیاں حاضر ہوں اور اُس کا ہاتھ پکڑکر آسمان پر لے جائیں اور جملہ
ارواح آسمان اُس سے ملیں۔ اسی طرح ساتوں ہفتہ میں سات آسمان کی سیر میسر ہو
(یہ تو معراج کا بہت ہی سہل نسخہ ہاتھ آیا) ساتویں فلک پر جمیع انبیاء و اولیا ظاہر ہوں
اور پوچھیں کہ تو کیا چاہتا ہے یہ کہے لامقصود اِلّااللہ بمجرد اس سننے کے نہایت
خوش ہوکر تحسین وآفرین کریں اور اُس کو لوح محفوظ تک لے جاکر اس کی تحریر سے
اطلاع دیں۔ اسی طرح ہر کام کے لئے بے شمار عمل اور تعویذ گنڈے وغیرہ درج ہیں جن کا
تذکرہ موجب طوالت ہے اُن میں بعض عبارتیں یا جملے تو معنی دار ہیں جن کے اثر اور
تاثیر کی حقیقت ہم بتا چکے اور بعض محض مہمل اور بے ربط فرضی الفاظ ہیں جن کا کوئی اثر
نہیں (وہ انسان کی سمجھ میں تو آتے نہیں پھر بھلا مرض کی سمجھ میں یا موکلوں کی سمجھ میں کیا
آئینگے) اور بہت سے تعویذوں میں کلمات کے اور الفاظ کے اعداد سے بھی کام لیا
گیا ہے۔ جسے ہم بناے فاسد علے الفاسد سمجھتے ہیں اور کہیں کہیں ایسی چیزیں پائی
جاتی ہیں جو عجائب خانوں میں رکھنے کے قابل ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان کتابوں میں اسی
قسم کی بعید از قیاس اور دور از فہم اور تمام تر لغو اور مہمل باتیں درج ہیں لیکن افسوس ہے
کہ ہمارے مسلمان بھائی ان باتونکو سچّی سمجھتے ہیں اور اُن کو مذہبی باتیں جانتے ہیں۔ اور
عالموں اور شعبدہ بازوں کے جنھوں نے "چندیں شکل براے اکل" بنا رکھی ہیں اُن کے

بمنزل شرک کرنے کے ÷

(۲) لاعدوی ولاطیرۃ - چھوت اور شگون کچھ نہیں ÷

(۳) لاغول - بھوت کچھ نہیں ÷

(۴) العیافۃ والطرق والطیرۃ من الجبت - جانوروں کی بولی اور رہندسوں اور کنکریوں سے فال لینا شگون ہے مشرکوں اور دھوکا دینے والوں کی بات ہے ÷

(۵) لاتوا الکہان - غیب کی خبر دینے والے جھوٹے ہیں اُن کے پاس مت جاؤ ÷

(۶) من اقتبس علما من النجوم اقتبس شعبہ من السحر - جو علم نجوم حاصل کرتا ہے وہ جادو اور دھوکا بازی سیکھتا ہے ÷

(۷) المنجم کاھن والکاھن ساحر والساحر کافر - منجم کاہن ہے اور کاہن ساحر ہے اور ساحر کافر ہے ÷

(۸) سیل النبی عن النشرۃ فقال ھو من عمل الشیطان - جھاڑ منتر سے بھوت روگ نکالنے کی بابت پیغمبر صاحب سے پوچھا گیا آپ نے فرمایا یہ کام شیطان کا ہے ÷

(۹) واللہ ماجعل اللہ فی نجم حیات احد ولا رزقہ ولا موتہ وانما یفتبرون علے اللہ الکذاب ویتعللون بالنجوم - ستاروں میں اثر کسی کو جلانے یا مار ڈالنے یا رزق دینے کا نہیں ہے اور جو لوگ ایسا نجوم سے خیال کرتے ہیں وہ جھوٹے ہیں ÷

ہیں پہلے تو وہ اپنی حالت کو درست کرلیں پھر ہم سے فرمائیں۔ ؎

تو بہ خویشتن چہ کردی کہ بما کنی نظیری ‌ ‌ بخدا کہ واجب آمد زتو احتراز کردن

کیمیا کی بحث ضرور غور طلب تھی کیونکہ وہ مادیات کے متعلق ہے لیکن بعض اقوال اس کی نسبت بھی عجیب وغریب پائے جاتے ہیں مثلاً ؎

کیمیا و سیمیا و ریمیا ‌ ‌ کس نداند جز بذاتِ اولیا

یا مثلاً یہ بھی مشہور ہے کہ جن کو کیمیا بنانی آجاتی ہے اُن کو خزانہ جمع کرنے کا حکم نہیں ہے روز بناؤ روز خرچ کردو ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایں ہم بچۂ شتر است۔ دوسرے جو چیز مفرد ہو وہ مرکبات سے کیونکر بن سکتی ہے اور اب تک سونے وغیرہ کی نسبت یہ ہی ثابت ہوا ہے کہ وہ عنصر ہیں پیتل کی مثال غلط دی گئی ہے کیونکہ وہ مصنوعی چیز ہے جو جست اور تانبے کے ملانے سے بن جاتا ہے اسی طرح رانگ اور تانبے کو ملا کر کانسہ بنا لیتے ہیں بہرحال ہم نے خود اپنی آنکھوں سے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو اس خبط میں آکر برباد ہوگئے وہ ہمیشہ اسی طرح فرما دیا کرتے ہیں کہ کیا بتائیں کہ ایک آنچ کی کسر رہ گئی۔ پس ہمیں ایسے لوگوں سے سبق حاصل کرنا چاہئے مضمون ختم کرتے کرتے ہمیں ایک حدیث کا رسالہ مل گیا جسے عبدالرحمن صاحب کلیانی نے صحیح بخاری اور مسلم اور ترمذی وغیرہ حدیث کی مستند کتابوں سے جمع کیا ہے نقل کئے دیتے ہیں :۔

(۱) ان الرقی والتمائم والتولہ شرک ۔ منتر اور منکا اور ٹونا (ٹوٹکا) کرنا سخت گناہ ہے

کی پیشین گوئیوں پر بحث کر کے کچھ موجودہ تحقیقات کا ذکر کیا ہے کہ رفتہ رفتہ یہ بھی ایک مفید علم ہوگیا۔ جہاں تک ہمارا خیال ہے اس تمام مضمون میں نقش ہی ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے یہ بحث چھڑی کیونکہ اب اس کا رواج کثرت سے مسلمانوں میں ہے اور وہ بھی دیندار مسلمانوں میں۔ اس لئے بظاہر نقوش پر حملہ ہونے سے یہ بحث مذہب میں جا پہنچی۔ چنانچہ دیوان صاحب نے اپنے جواب میں سب سے اول تاثیرات نقوش اور اعمال کا ذکر کیا مگر اپنے دعوے کی تائید میں کوئی مذہبی ثبوت پیش نہیں کیا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت تک بحث نے پورا مذہبی رنگ نہیں اختیار کیا تھا۔ اس پر اڈیٹر صاحب نے اس بات پر زور دیا کہ بحث کرنے میں قرآن اور حدیث کا حوالہ ہونا چاہیئے چنانچہ بعد کے مضمونوں میں ایسا ہی ہوا حالانکہ اس بحث کو مذہب میں لے جانے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔

اب ہم چند امور ناظرین کے ملاحظہ کے لئے پیش کرتے ہیں ؎

(۱) دیوان صاحب نے اپنے پہلے مضمون میں لکھا ہے کہ

"یوں پڑھنے کو ہر مسلمان قرآن شریف پڑھتا ہے مگر اللہ جل جلالہ نے جن آیات اور جن سور کی ترکیبات کا علم اُس عامل کو دے دیا ہے اُن سور کا یا آیات کا جب ہی اثر ہوگا جب اُسی کی ترکیب کے ساتھ کیا جائے۔ ہم ہزار بار قل ہو اللہ احد پڑھیں یا اللہ الصمد پڑھیں وہ اثر ہرگز مترتب نہ ہوگا جیسا کہ عامل کی ترکیب سے ہوگا۔ یہی ۱۵ اعدد کا نقش جس کو آپ نے چینیوں سے منسوب کیا ہے اگر

یہ سید طفیل احمد صاحب منگلوری کے وہ چھ مضامین ہیں جنہوں نے میرے خیال کو رسالہ مرتب کرنے کی جانب متوجہ کیا۔ میں ان مضامین کی نسبت زیادہ نوٹ دینے کی ضرورت نہیں سمجھتا "مشک آنست کہ خود ببوید"۔

انسانی اوہام

(از سید طفیل احمد صاحب منگلوری)

نمبر ۱

البشیر میں کچھ عرصہ سے ایک دلچسپ بحث چھڑی ہے جس کی ابتدا جولائی ۹۹ء میں پروفیسر ضیاء الدین صاحب سے ہوئی۔ صاحب موصوف نے اپنے مضمون میں اول بعض اوہام کا ذکر کیا ہے جیسے شکار کو جاتے وقت چاقو کا نام نہ لینا یا شادی کی تاریخیں مقرر کرنے میں دنوں کا خیال رکھنا وغیرہ وغیرہ۔ اس کے بعد کیمیا کا ذکر کر کے لکھا ہے کہ رفتہ رفتہ یہ ایک مفید اور کارآمد علم ہو گیا۔ پھر علم طب کے متعلق بعض اوہام کے ضمن میں لکھا ہے کہ زمانہ سابق میں یونانی سمجھتے تھے کہ ایلیڈ (نام کتاب) سرہانے رکھنے سے چوتھیہ بخار دور ہو جاتا ہے۔ مگر اسی سلسلہ میں صاحب موصوف نے پندرہ کا نقش بھی لکھ دیا جس کی ابتدا بقول اُن کے چینیوں سے ہوئی اور جو اُس کو بہت سے امراض کا علاج سمجھتے تھے۔ اس کے بعد دُم دار تاروں اور خوشبو

کافر (چنانچہ صادق صاحب کہتے ہیں کہ اسلامی تعلیم سحر کے وجود اور اُس کی حقیقت کو تسلیم کرتی ہے) اور اگر کافر نہیں تو کم سے کم گنہگار ضرور ہے۔ مگر باوجود کافر ہونے کے اُس کے علم میں قریبًا وہی طاقت مانی جاتی ہے جو ہمارے علوی علوم میں ٭

(۵) اعمال کے موید یہ بھی مانتے ہونگے کہ علاوہ اُن دیندار لوگوں کے جو باضابطہ زکوۃ دینے کے بعد کسی عمل کے عامل ہوجاتے ہیں اور تلّی کو اور سانپ بچھو کے کاٹے کو جھاڑتے ہیں ایک بہت بڑی جماعت ادنےٰ ترین اقوام کی تمام دیہات میں پھیلی ہوئی ہے جو مویشیوں کے علاوہ انسانوں کے اکثر امراض کو منتر پڑھ کر دور کر دیتی ہے اور باوجود بے دین اور بت پرست ہونے کے اُس کے علم میں اس قدر زور ہے ٭

امور مندرجہ بالا اگر اعمال کے مؤید کسی قدر کمی بیشی کے ساتھ مانتے ہیں تب بھی نتیجہ وہی ہے جو دیوان صاحب فرما چکے ہیں کہ خاص ترکیبوں اور خاص طریقوں سے پڑھنے سے انسان میں خاص قوت حاصل ہوجاتی ہے خواہ عربی کی دعائیں پڑھی جائیں یا ہندی کے منتر پڑھے جائیں یا نعوذ باللہ کلام پاک کی آیتیں گھٹا بڑھا کر پڑھی جائیں تو یہ بات صاف ہوگئی کہ اور علموں کی طرح یہ بھی ایک علم ہے جس کا مذہب سے اس سے زیادہ تعلق نہیں کہ کلام پاک کی بے ادبی سے بھی وہی نتائج حاصل ہوسکتے ہیں جو اُس کے ادب سے۔ حالانکہ اُن طریقوں کی نسبت بھی جن میں ادعیہ کا ادب ملحوظ رکھا جاتا ہے مولانا شاہ اسمعیل صاحب

اس کا کوئی عامل ہوتا ہے تو دنیا بھر کی ضروریات انسانی کے لئے کافی ہوتا ہے
کشایش رزق کے لئے۔ کسی کو کسی سے جدا کرنے کے لئے ..... کہاں تک لکھوں
ہزاروں ضرورتوں کے لئے کارآمد مگر عامل کی ترکیبوں سے اثر پیدا ہوتا ہے
یوں کوئی چاہے تو ناممکن ہے کیونکہ ترکیب ہی کو تو دخل ہے اثر پیدا ہونے کا"
اس سے صاف ظاہر ہے کہ خود دیوان صاحب قرآن پاک کے الفاظ میں یہ اثر
نہیں مانتے بلکہ خاص ترکیب میں اثر مانتے ہیں جو عاملوں کو معلوم ہے +

(۲) ہمارے مکرم دوست گوہر صاحب نے چند سوالات کئے ہیں جن میں کرنل الکٹ
روشنی لیڈی حسن خاں جنی کو اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔ اس سے
ظاہر ہوتا ہے کہ یہ فن اُن کے نزدیک قرآن شریف اور ہمارے پاک مذہب سے
علیحدہ بھی وجود رکھتا ہے +

(۳) اعمال کے موید خود مانتے ہیں کہ عمل دو قسم کا ہوتا ہے علوی اور سفلی۔
علوی میں آیات و ادعیہ کے پڑھنے میں ادب ملحوظ رکھا جاتا ہے اور سفلی میں برخلاف
اس کے اُن کی بے ادبی کی جاتی ہے اور پڑھنے والے کو غیر طاہر بھی رہنا پڑتا ہے
اسی لئے مسلمان عموماً اس کے سیکھنے سے احتراز کرتے ہیں +

اس سے ظاہر ہے کہ کلام پاک کی بے ادبی اور توہین میں بھی یہ لوگ وہی اثر
مانتے ہیں جو اُس کے ادب میں +

(۴) اعمال کے موید یہ بھی مانتے ہیں کہ جادو برحق ہے مگر اُس کا کرنے والا

اس کے بعد فرماتے ہیں "پس صاف ثابت ہوگیا کہ علم نجوم لغو و باطل نہیں بلکہ حق اور مفید علم ہے جس سے قدرت کے اسرار کا پتہ چلتا ہے اور نظام عالم کا دقیق راز کھل جاتا ہے" اسی طرح ایک صاحب نے علم منطق قرآن پاک کی آیت اِنَّا عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ سے اخذ کیا ہے۔ غرض یہ ہے کہ انسان اگر چاہے تو دن کو رات اور رات کو دن ثابت کر سکتا ہے مگر اس قسم کے مشغلے قرآن اور حدیث کے ساتھ کرنا نہایت بے ادبی ہے۔ اب اگر ناظرین کو تسلیم ہے اور یقیناً تسلیم ہوگا کہ ٹونے ٹوٹکے۔ نجوم۔ رمل۔ جھاڑ پھونک منتر جنتر ایسے ہی فنون ہیں جیسے کشتی۔ کلا۔ پھری گدکا۔ یا بنوٹ جن کا مذہب سے کوئی خاص تعلق نہیں اور جس طرح ایک دیندار مسلمان اُن سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے اُسی طرح ایک مشرک۔ بت پرست بیدین اور اسلام کی توہین کرنے والا بھی مستفید ہو سکتا ہے تو ہم ان فنون کے متعلق دُنیوی اعتبار سے کچھ خیالات ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔

نمبر ۲

ابتدائی تاریخ اور زیادہ تر قرائن تاریخی سے معلوم ہوتا ہے کہ مہذب اور شائستہ انسان پر بھی ایک وقت ضرور گذرا ہے جبکہ وہ اس زمانہ کی صحرائی قوموں کی طرح جنگلوں اور پہاڑوں میں پُر خوف اور بے اطمینان زندگی بسر کرتا تھا۔ شدائد موسم کا مقابلہ اور ارضی و سماوی حوادث سے مامون رہنے کا اُس کے پاس کوئی سامان

شہید جن کی بدولت خالص توحید اور ٹھیٹھ اسلام کی سچی تعلیم ہندوستان میں دوبارہ زندہ ہوئی ایک استفسار کے جواب میں فرماتے ہیں +

سوال۔ اینکہ خواندن چہل کاف مع موکلات یا بے موکلات +

جواب۔ چہل کاف بذاتہٖ از کسے محدث ثابت نمیشود۔ و قید دعوت و پرہیز در خواندن منع و بدعت است +

سوال۔ آنکہ خواندن بعض آیات کلام اللہ برائے عمل تسخیر و کشایش وغیرہ +

جواب۔ با دعوت ہمیں حکم دارد (یعنی منع و بدعت) و الابے دعوت و پرہیز جائز است مگر انفاس بے عبادت رائگاں میروند +

کیا خوب!۔ عاملوں کے پڑھنے کی ترکیب میں یہ بھی اثر ہے کہ قرآن پڑھنا ثواب چھوڑ اُلٹا منع اور بدعت ہو جاتا ہے اور کم از کم یہ کہ انفاس بے عبادت رائگاں میروند +

اگرچہ سب سے پہلے مضمون میں علم نجوم کے سلسلہ میں صادق صاحب لکھ چکے تھے کہ "قرآن کریم میں الٰہیات کے سوائے جو اُس کا اصلی مقصود ہے اور علوم کا ذکر اجمالی طور پر پایا جاتا ہے اور ہزاروں حقائق و مسائل بقیہ ایسے ہیں کہ اُن کا ذکر قرآن شریف میں کچھ بھی نہیں" تاہم بعد کے مضامین میں صاحب موصوف نے بکثرت ایسی آیتیں نقل کر دی ہیں جن میں 'نجم' یا 'نجوم' یا 'بروج' یا 'شمس' یا 'کواکب' آگیا ہے جیسے فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ

روشنی ہونا۔ آگ جلنے کے بعد گرمی۔ برفباری کے بعد سردی اور اسی قسم کے دیگر واقعات
چونکہ یکے بعد دیگرے ہوا کرتے ہیں اس لئے دونوں میں سے ایک واقعہ انسان کی نظر
سے گذرتا ہے تو فوراً دوسرے کا خیال اُس کے ذہن میں آجاتا ہے اور وہ پہلے کو
علت اور دوسرے کو معلول کہنے لگتا ہے۔ اس فطرتی خیال میں انسان کو اگرچہ
غلطیاں بھی پیش آتی ہیں مگر اس کے ساتھ خداوند تعالےٰ کو پہچاننے اور انسانی ترقی
کے مدارج طے کرنے کا یہ بڑا ذریعہ ہے کیونکہ جب انسان فطرتی طور پر ہر واقعہ کا سبب
دریافت کرنے کی کوشش کرتا ہے تو سبب کا سبب اور سبب کے سبب کا سبب دریافت
کرتے کرتے وہ علت العلل تک پہنچ جاتا ہے *

معلول کی علت متعین کرنے میں اکثر غلطی بھی ہوتی ہے مگر خصوصاً اُس زمانہ
میں بہت زیادہ ہوتی ہے جبکہ انسان اشیاء کے باہمی تعلقات سے کم واقف ہوتا
ہے۔ مثلاً انسانی تاریخ کے ابتدائی زمانہ میں جبکہ راہیں مخدوش اور پُر خطر تھیں کسی
شخص کو سفر میں کوئی نا ملایم واقعہ پیش آیا۔ چونکہ اس سے پہلے سفر میں دو ایک بار
اُسے کوئی تکلیف نہ ہوئی تھی اس لئے فطرتی طور پر اُس شخص کی طبیعت اپنی مصیبت
کا سبب دریافت کرنے کی طرف متوجہ ہوئی اور وہ سوچنے لگا کہ جب میں سفر کو چلنے
لگا تو کون سی غیر معمولی بات مجھے پیش آئی تھی جس سے مجھ پر یہ مصیبت پڑی۔ جبر
روز میں چلا وہ کون سا دن تھا۔ اُس وقت کون کون لوگ موجود تھے۔ سب آدم
تو دو آنکھوں والے ہوتے ہیں۔ اوہو اُس وقت ایک آنکھ والا بھی کھڑا تھا۔ شا

موجود نہ تھا۔ درندوں اور جنگلی جانوروں کی طرح وہ بھی وسیع اور چٹیل میدانوں یا ڈراؤنی صورت کے بلند پہاڑوں کی کھووں میں رہتا تھا۔ بجلی کی کڑک۔ برسات کے سخت طوفان۔ دریاؤں کی طغیانی اُسے حیرت میں ڈالتی تھی اور وہ نہیں سمجھ سکتا تھا کہ کوئی چیز بلا ارادہ اُسے نفع یا نقصان پہنچا سکتی ہے اس لئے ان زبردست قوتوں میں وہ جُدا جُدا روحیں تصور کرتا تھا۔ دن میں آفتاب کی حرارت اور روشنی اور شب میں ماہتاب کی دلفریب چاندنی۔ اور شب تار میں تاروں کی چمک دمک نہ صرف بھلی معلوم ہوتی تھی بلکہ اُسے سیکڑوں قسم کے فائدے پہنچاتی تھی اس لئے بقدر اُنکے فوائد کے وہ اُن کی عظمت اور پرستش کرتا تھا۔ اجرام سماوی میں سے اُن اجرام کو جو یکساں حالت میں نہیں رہتے اور روشنی کے اعتبار سے گھٹتے بڑھتے اور ہمیشہ اپنی جگہ بدلتے رہتے ہیں۔ غیر معمولی سمجھ کر انسان نے اُس زمانہ میں جبکہ تجربہ اور مشاہدہ کی کمی سے اُس کی قوت متخیّلہ بہت بڑھی ہوئی تھی خاص خاص قوتوں سے متصف کیا اور متصرف فی الامور سمجھ کر اُنہیں دیوتا قرار دیا۔ اُن کے جُدا جدا نام رکھے اور اُن ناموں پر اپنے دنوں کے نام رکھے چنانچہ یونانی۔ رومی۔ انگریزی۔ ہندی اور بہت سی اور زبانوں میں دنوں کے نام انہیں سیاروں کے دیوتاؤں کے ناموں پر ہیں +

اصل یہ ہے کہ عموماً جب چند امور ایک دوسرے کے بعد واقع ہوتے ہیں تو فطرتی طور پر انسان پہلے واقعہ کو دوسرے واقعہ کی علت سمجھتا ہے۔ چنانچہ سورج نکلنے کے بعد

فوری انقلاب سے متعجب ہو کر یہ سمجھتا ہے کہ کوئی روح مریض پر سوار ہو گئی ہے یا کوئی دیبی اُس سے ناراض ہو گئی ہے اس لئے اُس روح کو رضامند کرنے یا ڈرا کر بھگانے کے لئے مختلف طریقے اختیار کرتا ہے (آسیب اُتارنا) *

مگر تجربہ خود اُسے حق و باطل میں تمیز کرنا اور کھرے کو کھوٹے سے الگ کرنا سکھاتا جاتا ہے اور رفتہ رفتہ انہیں اوہام اور تخیلات سے نہایت مفید اور کارآمد علوم پیدا ہوتے ہیں اور اپنی ابتدائی تاریخ کے نشانات ملک کے لٹریچر میں اور کم علم قوموں کے عقائد میں چھوڑتے چلے جاتے ہیں چنانچہ اس وقت دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جن قوموں کی معلومات وسیع ہوتی جاتی ہے اُن میں سے ایسے خیالات دور ہوتے جاتے ہیں اور جتنی کم علم اور وحشی قومیں ہیں اُن میں بدستور یہ خیالات کسی قدر کمی بیشی کے ساتھ کسی نہ کسی پیرایہ میں موجود ہیں *

نمبر ۳

نجوم وغیرہ

اگرچہ جملہ اوہام کی شمار یا اُن کی باقاعدہ تقسیم ہمارے اِمکان سے باہر ہے تاہم آسانی کے لئے ہم اُنہیں چند قسموں میں بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(۱) نجوم ۔ جفر ۔ رمل ۔ شگون ۔ فال وغیرہ ... (غیب دانی کے لئے)

(۲) کیمیا ۔ اکسیر ۔ دست غیب ۔ پارس .... (دولت ۔ قوت ۔ درازی عمر کے لئے)

وہی اس مصیبت کا باعث ہو۔ ہاں ٹھیک ہے مجھے چلتے وقت چھینک بھی تو آگئی تھی۔ (شگون) +

ہاں فلاں شخص بھی تو اُسی روز چلا تھا جس روز میں چلا ہوں اور اُسے ڈاکوؤں نے مار ڈالا۔ وہ دن منگل تھا۔ اُس دن منگل (سیارہ) فلاں فلاں تاروں کی سیدھ میں یا فلاں برج میں تھا۔ ضرور یہ منحوس دن ہے۔ (جوتش) +

مگر اُسی روز فلاں شخص جو پورب کی طرف روانہ ہوا تھا اُس کا تو بال بھی بیکا نہیں ہوا۔ ہاں تو ٹھیک ہے اُس روز پورب جانے میں کچھ اندیشہ نہیں۔ پچھم ہی کی طرف کوئی منحوس چیز ہوتی ہے (دساسول۔ جوگنی وغیرہ)۔ اسی طرح جب اُسے پھر کسی طرف کو سفر پیش آتا ہے تو وہ دوسروں سے جو اُس طرف جا چکے ہیں دریافت کرتا ہے اور جب اس پر بھی اطمینان نہیں ہوتا تو اپنی تسکین کے لئے نئی نئی ترکیبیں سوچتا ہے۔ کبھی کچھ لکیریں کھینچکر اُن میں سے دو دو کاٹتا ہے سب کی سب کٹ گئیں یا ایک بچی رہ گئی تو اس سے اپنے مفید یا مضر نتیجہ نکالتا ہے۔ آنکھیں بند کر کے اور دونوں ہاتھ پھیلا کر دونوں ہاتھوں کی بیچ کی انگلیوں کو ملانے کی کوشش کرتا ہے اگر مل گئیں تو کام ہوگا ورنہ نہیں۔ کبھی اس غرض سے خاص حساب ایجاد کرتا ہے (رمل)۔ اگر مذہب کی طرف زیادہ مائل ہے تو کسی متبرک کتاب میں اپنے مفید مطلب مضمون تلاش کر کے اپنی تسکین کر لیتا ہے۔ (فال) +

اسی طرح جب کوئی تندرست آدمی دفعتاً کسی مرض میں گرفتار ہو جاتا ہے تو

گزشتہ مضمون میں ہم نے مجملاً بیان کیا ہے کہ ابتداءً علم نجوم جس کا غیب دانی سے تعلق ہے کس طرح پیدا ہوا۔ اُس پر ہم اس قدر اضافہ کرتے ہیں کہ ستاروں کو عام خیال کے مطابق جو انسان کی قسمت میں بہ نسبت دیگر موجودات عالم کے زیادہ دخل ہے اُس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انسان نے جب آنکھ کھولی تو سب سے زیادہ روشن سب سے زیادہ بلند، سب سے زیادہ شاندار اور برتر از فہم فلک اور اجرام سماوی کو پایا۔ اس لئے بہتوں نے فلک کو خود خدا یا خدا کا مقام اور اجرام کو خداوند تعالےٰ کا قایم مقام تصور کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اول ستاروں کو۔ اُس کے بعد قمر پھر شمس کو خدا سمجھنا ہمارے خیال کی تائید کرتا ہے مگر فرق اس قدر ہے کہ جو ذی فہم اور بہترین خلائق تھے وہ اُس تاریک زمانہ میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح اس بھول بُھلیاں سے صاف نکل گئے اور جو تنگ خیال ہیں وہ اس روشنی کے زمانہ میں بھی اندھیری کوٹھری میں ہیں ٭

زمانہ سابق میں بعض لوگ تو یہ سمجھتے تھے کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے وہ افلاک و کواکب ہی کرتے ہیں۔ بعض اس سے گھٹ کر یہ سمجھتے تھے کہ خدا اور بندوں کے درمیان میں یہ واسطے ہیں۔ بعض عالم کے تغیرات اور انسان کے رنج و راحت کو اُن کی حرکتوں اور اُن کے مختلف مقامات پر ہونے کی طرف منسوب کرتے تھے۔ اور بعض اُن میں عقل و سمجھ مانتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اُنہیں نیک و بد کرنے کا اختیار ہے۔ مگر ہم صرف نجومیوں کے اُس علم سے بحث کرتے ہیں جس کی رو سے وہ یہ

(۳) اعمال ۔ تعویذ گنڈے ۔ جھاڑ پھونک } بعض امراض دور کرنے اور دنیوی
جادو ۔ منتر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ } ضرورتیں پوری کرنے کے لئے

انسان کی طبیعت کچھ ایسی بیچین واقع ہوئی ہے کہ اگرچہ تجربہ اور مذہب دونوں اُسے پکار پکار کر بتا رہے ہیں باینہمہ وہ غیب کی باتوں کی جستجو سے باز نہیں رہتا اور غیب کے زبردست آہنی پردہ کو اپنے کمزور ہاتھوں سے اُکھاڑ کر پھینک دینے کی کوشش کرتا رہتا ہے ۔ خود رسول پاک صلعم کے مرتبہ اور آپ کے اس فرمانے پر کہ لَوْكُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ ۔ (اگر غیب کا حال معلوم کر لینا میرے اختیار میں ہوتا تو میں بہت سی بہتری کی باتیں جمع کر لیتا اور مجھ کو کوئی بُرائی نہ پہنچتی) اور مَا اَدْرِىْ مَا يُفْعَلُ بِىْ ۔ (مجھ کو نہیں معلوم کہ میرے ساتھ آیندہ کیا ہونے والا ہے) اور ایک بار جب آپ کی تعریف میں وَفِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ يَعْلَمُ مَافِىْ غَد ۔ (ہم میں اللہ کا رسول ہے جو کل کی بات کو جانتا ہے) پڑھا جاتا تھا تو آپ کے منع فرمانے پر خیال کیجئے اور اس ہماری بے ادبی کو دیکھئے کہ خود کلام پاک سے منجموں اور کاہنوں اور جوتشیوں کے خیالی دعووں کا ثبوت ڈھونڈھتے پھرتے ہیں ۔ مشکل نہ تھا کہ ان اوہام کی تردید میں ہم بھی کچھ آیات پیش کرتے مگر چونکہ بحث کے وقت معنی بیان کرنے میں بڑی کھینچ تان ہوا کرتی ہے اور اس میں کلام پاک کی بے حرمتی کا اندیشہ ہے اس لئے ہم اس طریقہ سے قطعاً احتراز کرتے ہیں ٭

تو ہم کو یقین ہو جائے کہ کواکب کے خواص انسانی قسمتوں میں اسی طرح شامل ہیں جس طرح مسئلہ تدبیر تقدیر میں گھسا ہوا ہے ہمیں نہیں چاہئے کہ خصوصاً اُن پر معترض ہوں جو غواصی کر رہے ہیں" تعجب ہے کہ جن کا علم صرف مجموعۂ قیاسات یا چند مفروضات پر محدود ہے۔ جو موجودہ کواکب کو پہچانتے تک نہیں - جو نہیں جانتے کہ مشاہدہ اور تجربہ کس چیز کا نام ہے۔ جو آلات کے ذریعہ سے درکنار اپنی ان آنکھوں سے کبھی اجرام فلکی کی حرکتیں جانچنے کی تکلیف نہیں اُٹھاتے اُن پر تو ایمان بالغیب کی حیثیت سے کہہ دیا جائے کہ غواصوں پر معترض نہیں ہونا چاہئے اور اُن لوگوں کی نسبت جو اپنی عمریں تمام تمام رات جاگ کر سیاروں کی نقل و حرکت کے مشاہدے میں گذار دیتے ہیں کہا جائے سے "گرنہ بیند بروز شپرہ چشم - چشمۂ آفتاب را چہ گناہ"

اصل یہ ہے کہ مروجہ نجوم کو نہ تجربہ سے تعلق ہے اور نہ مشاہدہ سے۔ وہ چند اٹکلوں اور بے جوڑ باتوں کا مجموعہ ہے جس کی لغویت تھوڑی توجہ سے ظاہر ہو سکتی ہے عموماً ہر شخص کی قسمت کا حال اُس کی پیدائش کے وقت پر منحصر سمجھا جاتا ہے مگر حساب لگانے میں نجومی ہمیشہ ڈھائی گھڑی کی مہورت لگاتے ہیں حالانکہ ڈھائی گھڑی کا اس قدر وسیع وقت ہے کہ اُس میں موجودہ حساب کے اعتبار سے ہزارہا آدمی پیدا ہوتے ہیں جن کی قسمت ہر اعتبار سے یکساں ہونی چاہئے۔ حالانکہ دُنیا میں زندگی کے واقعات کے اعتبار سے مشکل سے دو شخص بھی بالکل یکساں حالت میں مل سکتے ہیں۔

ایک قابل توجہ امر یہ ہے کہ ہر زائچہ میں بارہ راسوں کے بارہ خانے ہوتے ہیں

بتادیتے ہیں کہ فلاں شخص کے طالع میں اس وقت فلاں کوکب ہے جس کی وجہ سے
اُس پر کوئی مصیبت پڑیگی یا اُس کی کاربراری ہوجائیگی۔ اس علم کی نسبت اب سوال
یہ ہے کہ آیا یہ الہامی علم ہے یا مثل دیگر دنیوی علوم کے یہ بھی تجربۂ انسانی کا نتیجہ
ہے۔ پہلی صورت میں ہمیں چنداں بحث کی ضرورت نہیں مگر دوسری صورت میں
ہم ضرور پوچھینگے کہ اُس کو مذہب سے بھی زیادہ ناقابل تبدیل کیوں سمجھ رکھا ہے۔
اگرچہ جملہ علوم میں روزانہ ترقی اور تحقیقات اور مناسب تبدیلی ہورہی ہے مگر ہمارے
جوتشی اب تک اپنی وضعداری پر قائم ہیں اور ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ مگر وہ
بیچارے اس چکر میں ہیں کہ نئی تحقیقات کریں تو کیسے کریں۔ اگرچہ اُن کا علم اُنکے
خیال میں تجربہ اور مشاہدہ پر مبنی ہے مگر اول تو وہ کوئی ایسا طریقہ نہیں جانتے جس
سے کسی نئے سیّارہ کا اثر دریافت کرسکیں اور اگر اگلوں کی طرح کچھ اٹکل پچّو گھڑ بھی
لیں تو وقّت یہ واقع ہوتی ہے کہ نئے سیّاروں اور اُن کی چالوں کو اپنی پوتھی میں
کھپائیں کیسے۔ شروع زمانہ میں جب انسان صرف پانچ سیّاروں اور ایک آفتاب
اور ایک چاند کل سات کواکب سے واقف تھا اُس وقت اُنہیں پر ساتوں دنوں
کے نام رکھ لئے۔ مہورت۔ پل۔ گھڑی کی ہر طرح کی تقسیم اُن کے اُتار کے اعتبار
سے کردی۔ اب اگر کہیں سے کوئی نیا کوکب نکل آوے تو ان کے ہاں کھپت کی
گنجائش کہاں کیونکہ تقویم پارینہ کا نظام ہی سرے سے درہم برہم ہوا جاتا ہے ٭
ہمارے ایک مکرم دوست لکھتے ہیں کہ "ممکن ہے کہ جب ہمارا علم وسیع ہوجاے

نمبر۴

کیمیا وغیرہ

منجملہ اُن خیالات کے جو انسان نے ابتدائی زمانہ میں دماغ سے پیدا کئے ایک خیال یہ بھی ہے کہ تھوڑی محنت سے بہت سی دولت ہاتھ لگ سکے۔ کیمیا۔ اکسیر۔ دست غیب۔ پارس۔ اسی وہم کے نتیجے ہیں۔ کیمیا سے غرض یہ ہے کہ بعض دواؤں اور بوٹیوں کے استعمال سے کم قیمت دھات بیش قیمت دھات میں تبدیل ہوسکے۔ اکسیر سے بھی قریب قریب یہی مقصود ہے مگر اکسیر میں ایک زیادتی یہ ہے کہ اُس کے کھانے سے بوڑھا آدمی جوان ہوکر شباب رفتہ پر پھر قابض ہوسکتا ہے۔ دست غیب میں یہ خوبی ہے کہ دھاتیں اور بوٹیاں جمع کرنے اور دھونکنے کی بھی ضرورت نہیں۔ صرف عمل پڑھنے سے ایک مُوکّل (یعنی ایک غیر مرئی اور غیر محسوس مخلوق) تابع ہوجاتا ہے جو روزانہ تکیہ۔ یا چٹائی یا جاء نماز کے نیچے ایک معین رقم رکھ جاتا ہے۔

اس سے کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا کہ کیمیا کوئی مدوّن علم نہیں ہے۔ مدوّن سے یہ مراد ہے کہ ہر فن کے متعلق یکساں حالت میں یکساں تجربوں سے جب یکساں نتیجے حاصل ہوتے ہیں تو یہ تجربے چند اصول کی شکل اختیار کرلیتے ہیں اور ہر علم جو تجربہ پر مبنی ہے کم و بیش ان اصول کا مجموعہ ہوتا ہے۔

اب ہم علم کمسٹری کی مثال لیتے ہیں جس کے ماہروں نے اپنی کوشش سے

اور ساتواں خانہ بیوی کا ہوتا ہے چنانچہ مثلاً جب اس خانہ میں دھن راس پڑے تو عورت نیک اور بیحیا دوسروں کی عیب پوش - لڑاکا اور مغرور ہو - جب کنبھ راس پڑے تو اچھی اور بد ہو (دونوں پہلوؤں کی کیا خوب رعایت رکھی ہے) - تو اس خانہ کی راس کا اثر گویا انسان کی بیوی پر پڑتا ہے مگر سوال یہ ہے کہ جب وہ انسان جس کا زائچہ دیکھا جائے بذات خود بیوی ہو تو نہ معلوم اس کا اثر کس پر پڑیگا - اس کے علاوہ بعض قوموں میں ایک مرد کے متعدد بیویاں اور ایک عورت کے متعدد شوہر ایک وقت میں ہو سکتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ وہاں تفریع احکام کس اصول پر ہوگی +

ایک اور اشلوک ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جس شخص کی میکھ راس پڑے وہ دولتمند اور دینی کاموں میں مستقیم مزاج - غازی - زانی اور لاغر زانو والا ہو - جس سے ظاہر ہے کہ متضاد خصائل کس مصلحت سے یکجا جمع کی گئی ہیں +

اسی طرح ان لوگوں نے سفر وغیرہ کے لئے متضاد اشلوک بنا لئے ہیں جہاں جیسا موقع ہوتا ہے اُسی کے حسب حال بنا دیتے ہیں - بعض خاندانوں کو خاص خاص کواکب کے اثر سے مستثنےٰ کر رکھا ہے - جس شخص کے ساتھ خود پنڈت ہو اُس پر کسی بد شگونی کا کچھ اثر ہی نہیں پڑ سکتا - اسی طرح بہت سی باتیں ہیں جن کی تفصیل کی زیادہ گنجائش نہیں +

حالت سے واقف نہیں۔ جن کے تجربوں کا انحصار اگرچہ بالکل دواؤں اور بوٹیوں پر ہے مگر علم نباتات سے اتنا بھی واقف نہیں جتنا کہ ایک اسکول کا لڑکا جس کی کامیابی کا معیار یہ ہے کہ لگا تو تیر نہیں تو تکا۔ جو ایک ہی کام میں تمام عمر صرف کرنے کے بعد اپنے تجربوں پر اتنا حاوی نہیں ہوتا کہ یقین کے ساتھ یکساں اسباب جمع ہونے پر یکساں نتائج حاصل کر سکے۔ چنانچہ اس وقت بکثرت ایسے لوگ موجود ہیں جن کی تمام تمام عمر ایک آنچ کی کسر میں گذر گئی ہے۔ جس علم کے ماہر ہمیشہ خانہ بدوش اور مفلس رہتے ہیں اور اپنے علم سے اپنی ذات تک کو فائدہ نہیں پہنچا سکتے اور اپنی ذاتی ترقی اتنی بھی نہیں کر سکتے کہ وحشیانہ حالت چھوڑ کر تمدنی حالت اختیار کر لیں بلکہ جو انہیں چھو بھی جاتا ہے اُسے بھی مفلس اور محتاج اور تباہ کر دیتے ہیں۔ جس کے کاملوں کا وجود عنقا سے زیادہ ناپید ہے۔ اگر کہیں کسی نے خوش قسمتی سے دیکھ لیا تو اس طرح کہ کسی فقیر نے آکر چلم کے لئے آگ مانگی۔ ڈبل پیسہ رکھ کر ایک دو دم کھینچے اور چلم کو آلٹ کر چلتا ہوا۔ تھوڑی دیر بعد کسی کی راکھ پر نظر جا پڑی تو دیکھتے کیا ہیں کہ کندن پڑا چمک رہا ہے۔ بس اب کیا تھا۔ ایک شور مچ گیا۔ ہر طرف تلاش ہونے لگی اور کیمیا گر صاحب ہیں کہ گٹکے کے زور سے کسی دوسرے ملک میں جا پہنچے۔ اور شایقین کو ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دے گئے مگر دو چار برس بعد پھر کبھی اُس طرف دورہ کی نوبت پہنچی تو دس پانچ موٹی اسامیوں کا ایسا مجسمہ بنا گئے کہ مدت العمر کے لئے اُن کی یادگار قائم ہو گئی ؞

ستر سے زیادہ مفردات دریافت کر لئے ہیں اور ان مفردات سے جو مرکبات وہ تیار کرتے ہیں اُن کا پھر اُسی یقین اور بھروسہ کے ساتھ تجزیہ بھی کر سکتے ہیں۔ وہ اپنے تجربوں سے حیرت انگیز نتیجے پیدا کر سکتے ہیں۔ اُن کے ذریعہ سے ہزاروں مفید اور بیحد نفع کی چیزیں وہ روزانہ ایجاد کرتے ہیں جن سے اُن کے ملک و قوم کو نفع پہنچتا ہے۔ اگر لاکھوں روپیہ وہ آلات اور تجربوں میں صرف کرتے ہیں تو کروڑوں کا اُن سے مالی نفع بھی اُٹھاتے ہیں۔ منجملہ اُن بیشمار تجارتی اشیاء کے جن پر کمسٹری کا اثر پہنچتا ہے۔ ایک رنگ کا ایسا اہم مسئلہ ہے جس نے ایک اعتبار سے آج ہمارے ملک کو پریشان کر رکھا ہے۔ کیونکہ یورپ والے اپنی کیمیا کے زور سے تارکول سے اعلےٰ درجہ کا اور نسبتاً ارزاں نیل خود تیار کر لیتے ہیں جو ہندوستان کی قدرتی پیداوار کا پوری طرح مقابلہ کرتا ہے ٭

اسی طرح صنعت کے قریب قریب ہر شعبہ میں اس کمسٹری کو دخل ہے اور ہر شعبہ میں اس پر بکثرت کتابیں موجود ہیں اور روزانہ تصنیف ہوتی رہتی ہیں اور اُن کتابوں اور رسالوں سے ہر شخص اُسی یقین اور بھروسہ کے ساتھ تجربے کر سکتا ہے جیسے کہ خود اُن کے مصنّف ٭

برخلاف اس کے ایک ہمارے کیمیاگروں کا گروہ ہے جو عناصر کی تعداد اُس سے زیادہ نہیں جانتا جو سادی حالت میں انسان کو اوّل روز دنیا میں نظر پڑی۔ جو معمولی روزمرہ کے استعمال کی چیزوں کے خواص اور اُن کی انفرادی اور ترکیبی

کی طرح آگ دھونکنا یا دست غیب کا موکّل تابع کرنے کے لئے تمام تمام رات ایک ٹانگ سے کھڑے رہنا اگرچہ سخت مشقتیں ہیں مگر بیقاعدہ اور بے تک ہونے کی وجہ سے دولت نہیں پیدا کرسکتیں +

اچّھا تو پھر اگر کل دنیا کو ایک خاندان سمجھئے تو گویا اُس خاندان کے افراد میں سے کوئی کھیتی کرتا ہے۔ کوئی کپڑا بنتا ہے۔ کوئی جوتا بناتا ہے۔ کوئی رہنے کے لئے مکان تیار کرتا ہے۔ صبح سے شام تک کام کرنے کے بعد ہر شخص کو اُس کام کی نوعیّت اور اُس کی محنت کی مقدار کے اعتبار سے ایک ٹکٹ مل جاتا ہے جس کے ذریعہ سے وہ مجموعی ذخیرہ میں سے بقدر اپنی محنت کے حصہ پانے کا مستحق ہوجاتا ہے۔ اسی ٹکٹ کا دوسرا نام سکہ ہے خواہ وہ سونے کا ہو یا چاندی کا ہو یا لوہے کا +

اس لئے ہر شخص کا فرض ہے کہ مجموعی رسد جمع کرنے کے لئے محنت کرے یا اُن لوگوں کی جو رسد جمع کرتے ہیں کسی اَور طرح خدمت کرے تب ہی وہ ٹکٹ پاکر رسد میں حصہ پانے کا مستحق ہوسکتا ہے۔ البتہ جو لوگ جسمانی کمزوری اور بیماری کی وجہ سے سوسائٹی کی کوئی خدمت نہیں کرسکتے اُنہیں عموماً سوسائٹی کی طرف سے بتقاضاے انسانی ہمدردی ادنٰے درجے کا ٹکٹ مِل جاتا ہے جسکے ذریعہ سے وہ اپنی زندگی کے دن پورے کرسکتے ہیں +

چین کے ایک بادشاہ کی نسبت مشہور ہے کہ جب وہ کسی شخص کو کچھ کام کرتے نہ دیکھتا تو کہتا کہ اس شخص کے بیکار رہنے سے میری سلطنت میں ایک نہ ایک آدمی ضرور بھوکا ہوگا یعنی یہ کہ ایک شخص کے خالی رہنے یا غیر مفید کام کرنے سے ممکن نہیں کہ سوسائٹی کی مجموعی

خلاصہ یہ کہ اگرچہ کیمیا ایک نہایت مفید علم ہے مگر اس کا وہ حصہ جو بے علم اور ایسے جاہل لوگوں کے قبضہ میں سمجھا جاتا ہے جو اپنے کھانے پینے اور برتنے تک کی چیزوں کی کیمیاوی ترکیب سے واقف نہیں تو وہ نہ کوئی علم ہے اور نہ کوئی مفید شے ہے۔ اس کا وجود صرف اس ہوس اور ہوس کے بعد اس وہم پر مبنی ہے کہ کوئی ایسا نسخہ مل جائے یا کوئی ایسی ترکیب معلوم ہو جائے جس سے تمام دولت کی کنجی ہاتھ لگے۔ یہی وہم ہوسوں اور اکسیر اور دست غیب اور اسم اعظم کی تلاش والوں کو ہوائی گھوڑوں پر اڑائے پھرتا ہے مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ معاش پیدا کرنے کے سیدھے سادے طریقے چھوڑ کر دولت کی ہوس میں کس قدر حیرانی اور پشیمانی ہوتی ہے اور بالآخر اس کا اثر انسان کی ذات اور سوسائٹی پر کیا ہوتا ہے جو خود اس سوسائٹی کو معدوم کرنے والا اور اخلاقی ہستی کا بیخ کن ہے ÷

انسان کی مجموعی حالت پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ روپیہ پیسہ یا سونا چاندی بذات خود دولت نہیں بلکہ محنت کر کے جو ضروریات زندگی انسان مہیا کرتا ہے وہ دولت ہے اور ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ضروریات زندگی مہیا کرنے کے لئے انسان جو باقاعدہ محنت کرتا ہے خود وہی دولت ہے۔ اور روپیہ پیسہ صرف اس کے لئے مقررہ علامات ہیں۔ باقاعدہ کا لفظ اس لئے استعمال کیا گیا کہ محنت کے بہت سے ایسے طریقے رائج ہیں جن سے کسی شخص کی ذات یا سوسائٹی کو کوئی نفع نہیں پہنچتا۔ مثلاً ہوسوں کا جنگلوں جنگلوں مارا مارا پھرنا یا صبح سے شام تک قلعی گروں یا سناروں

اور غیر متمدن اور خانہ بدوش لوگوں کے قبضہ میں ہوتا سنتے ہیں اور جس کے جاننے والوں کو بھی یا تو خاک چھانتا یا دوسروں کے ٹکڑوں پر پڑا دیکھتے ہیں جس کے ثبوت کے لئے بدیہی ثبوت کا ہونا تو بڑی بات ہے ہم قراین بھی نہیں پاتے جسکے نہ ماننے والوں کو اُس کے ماننے والوں سے عموماً خوشحال دیکھتے ہیں تو ایک ایسی چیز پر جس کی نسبت ایک مادّی علم ہونا بیان کیا جاتا ہے ایک غیر مادّی اور باطنی علم کی طرح ہم کیسے ایمان بالغیب لے آئیں ؟

سب سے بڑی اکسیر اور سب سے بڑی کیمیا یہ ہے کہ جسمانی اور دماغی محنت سے دولت کمانے کے جو ذریعے تمام دُنیا کو معلوم ہو گئے ہیں اُن پر اکتفا کر کے ہم بھی اُن کو اختیار کر لیں اور اپنے دماغ کو مجذوبانہ خیالات اور اپنے وقت کو بے نتیجہ کاموں اور اپنی عمر کو غیر مفید شغلوں میں صرف کرنے سے بچیں۔ اس وقت ایسے کاریگر موجود ہیں جو اپنی محنت سے روز روشن میں لوہے کو چاندی اور سونے کی قیمت میں بنا کر بیچتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ایسی بدیہی نفع کی چیزوں کو چھوڑ کر ہم عنقا یا ہما کی تلاش میں یا اُن کے وجود کے ثبوت میں اپنی عمریں صرف کر دیں جن کے خیالی آشیانے مدت ہوئی نذر خزاں ہو چکے۔ فقط

نمبر ۵
اعمال

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ اعمال اور جادو دونوں سے ایک ہی قسم کی غرض بنی مقصود ہے

رسد پر تھوڑا بہت اثر نہ پڑے ۔ غرض یہ ہے کہ ہر تندرست آدمی اگر اپنا حصہ رسدی کام کرے تو انسان کی جملہ ضروریات پوری ہوتی رہتی ہیں۔ تمام ملک کے محتاجوں ۔ اپاہجوں اور مریضوں کی خبر گیری ہوتی رہتی ہے اور ہر قسم کی ترقی اور خوشی کے سامان بہم پہنچتے رہتے ہیں اور جس نسبت سے کام کرنے والوں میں کمی ہوتی ہے اُسی نسبت سے ملک کی خوشحالی گھٹتی ہے اور روز بروز افلاس بڑھتا جاتا ہے چنانچہ ہر ملک میں کم و بیش ایک گروہ ہوتا ہے جو اس تاک میں رہتا ہے کہ اُس ٹکٹ کو جس کے ذریعہ سے رسد میں حصہ ملتا ہے یا خود رسد کو آنکھ بچا کر اڑالے یا زبردستی کسی سے چھین لے ۔ اس کے علاوہ ایک اور گروہ ہوتا ہے جو اس دُھن میں رہتا ہے کہ بغیر کسی قسم کی محنت کے اور بغیر سوسائٹی کی خدمت کے کسی ترکیب سے یا غیر معمولی اسباب کی مدد سے یا تو کسی کے رکھے ہوئے ٹکٹ اُڑوا لے (دست غیب) یا اُس صورت کے ٹکٹ کسی ادنےٰ درجہ کی چیز سے خود بنا لے جن کے ذریعہ سے رسد خانہ میں سے رسد مل سکتی ہے ۔ مگر اسے چونکہ اپنے خیال خام میں کامیابی نہیں ہوتی اس لئے ہمیشہ خود بھی پریشان رہتا ہے اور دوسروں کو بھی پریشان کرتا رہتا ہے اور معاش سے تنگ ہو کر بالآخر اُس کو پیشہ ور ٹھگ اور مکار بننا پڑتا ہے ؛

اُن شعبدوں اور ہتھ پھیریوں کا جو یہ لوگ کرتے ہیں ہم ذکر کرنا نہیں چاہتے کیونکہ اُن سے تمام زمانہ واقف ہے مگر اس قدر ضرور عرض کرتے ہیں کہ ایک ایسی چیز جس سے ہم ایک شخص کو بھی فائدہ اُٹھاتے نہیں دیکھتے بلکہ محض اُس کے نام سے لوگوں کو لُٹتا اور برباد ہوتا دیکھتے ہیں ۔ جس کی بنیاد اگرچہ علم پر بیان کی جاتی ہے مگر اُس کا محض جاہلوں

کے لئے ضروری ہے کہ الفاظ کی ایسی ترتیب ہو جس سے کوئی معنے پیدا ہوتے ہوں مگر عاملو کو اس کی کچھ پرواہ نہیں۔ انہیں حروف اور الفاظ کی خاص ترتیب سے غرض ہے خواہ کچھ معنے پیدا ہوتے ہوں یا نہ ہوتے ہوں چنانچہ بچھو کے کاٹے کا جو عمل بتایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ سورہ الم نشرح بدون قول اَنْقَضَ ظَھْرَكَ کے پڑھ کر دم کرلے درد نہ رہیگا اگرچہ اس کے ساتھ کلام پاک کے معنی بھی نہ رہینگے۔ اسی طرح سورہ النّاس کا عمل بغیر حرف س کے پڑھا جاتا ہے۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّا مَلِكِ النَّا اِلٰهِ النَّا الخ افسوس یہ ہے کہ عاملوں کو حروف اور کلمات کے ذریعہ سے علاج کرنے میں اس قدر انہماک ہے کہ اُن کے ذہن میں کبھی بھول کر بھی نہیں گذرتا کہ وہ کس کلام کے ساتھ یہ برتاؤ کرتے ہیں اور جو کلام پاک کی اصلی غرض ہے اُس سے اور اِن کاموں سے کوئی مناسبت بھی ہے یا نہیں ٭

اعمال کی کتابیں زیادہ تر حُب۔ تسخیر اور دشمن کو مغلوب کرنے کی تدبیروں سے بھری ہوتی ہیں اور اُن میں اکثر ایسی ایسی ناپاک باتیں درج ہوتی ہیں جنہیں آیتوں اور دعاؤں کے ساتھ ملاکر پڑھنے سے نہایت رنج ہوتا ہے جس کی چند مثالیں بطور نمونہ کے ہم پیش کرتے ہیں۔

(۱) دشمن کی خواب بندی کے لئے ۴۱ بار سورۂ فاتحہ پڑھے اور ہر بار ناڑے پر پھونک کر اُس میں گرہ دے اور فاتحہ اس طرح پڑھے۔ الحمد للہ رب العالمین بستم خواب فلاں بن فلاں۔ الرحمن الرحیم۔ بستم اندام فلاں بن فلاں۔ مٰلِكِ

صرف اُن لوگوں نے جو مذہب کے پابند ہونے کے ساتھ اپنی ضرورتیں غیر معمولی طریقوں سے رفع کرنا چاہتے ہیں اپنا فعل جائز کرنے اور اُس کو مذہبی رنگ میں رنگنے کے لئے اپنے علم کے ساتھ علوی اور غیر لوگوں کے علم کے ساتھ سفلی کے الفاظ اضافہ کر دئے ہیں مگر حقیقت میں دونو ایک ہیں چنانچہ دونوں سے کم و بیش اس قسم کے کام لئے جاتے ہیں:۔

(۱) دشمن کی مدافعت کرنا یا اُسکو مضرت پہنچانا۔ (۲) حاکم یا مطلوب کو مسخر کرنا۔

(۳) معمولی اور بالخصوص غیر معمولی امراض کا علاج کرنا (۴) دو شخصوں میں لڑائی کرانا۔

(۵) کسی پر مصیبت ڈالنا یا کسی کی مصیبت ٹالنا۔ (۶) غرضمندوں کی مختلف غرضیں پوری کرنا

(۷) خاص طریقوں سے لوگونکو متعجب کرکے اُن پر اپنا تفوق ثابت کرنا۔

اس مقام پر اعمال اور جادو دونوں سے ایک ہی قسم کی غرضیں مقصود ہونا زیر بحث نہیں مگر تنقیح طلب امر یہ ہے کہ کشود کار کا جو طریقہ کلام پاک یا منتخب دعاؤں کے ذریعہ سے اختیار کیا گیا ہے وہ بمقابلہ دوسرے طریقوں کے جو غیر مسلم یا فاسق و فاجر برتتے ہیں کس حد تک پسندیدہ اور ہماری ہمدردی کا مستحق ہے۔ ہم خود تسلیم کرتے ہیں کہ کلام پاک کی آئتیں اور وہ دعائیں جو رسول پاک صلعم اور بزرگان کے ورد میں رہی ہیں وہ باعث نزول رحمت و برکت ہیں مگر رفتہ رفتہ جو طریقہ اُن کے اعداد کو اُن کا قائم مقام سمجھنے اور دوسرے طریقوں سے اُن کا خلاصہ کر لینے اور محل بے محل اُنہیں استعمال کرنے کا رائج ہو گیا ہے وہ مہمل اور بے سود ہو یا نہ ہو مگر اُس میں مذہب کی توہین ضرور ہے۔ کلام کے پر اثر ہونے

(۷) جب گھر یا کھیت میں چوہے بہت ہو جاویں تو سورۂ تبت کے نیچے یا
اَیُّهَا الْفَارُ اَرْحِلْ عَنَّا فَاِنْ لَّمْ تَرْحِلْ فَاذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ الخ
لکھے ٭

(۸) جب زراعت میں جنگلی سور بہت آویں تو وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ - الخ لکھ کر کھیت میں دفن کریں (تاکہ وہ اپنے منہ سے اکھاڑ کر آیت شریف کو خوب روندیں) ٭

یہاں تک پہنچ کر اب ہم اپنا قلم روکتے ہیں اور اُن نقوش کو نقل کرنے کی جرأت نہیں کرتے جو نہایت غیر مہذب اغراض کے لئے موضوع ہیں اور جن سے اس قسم کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ نہیں معلوم ہمارے علوی عالموں نے اپنی یا اپنے عقیدتمندوں کی ادنےٰ ادنےٰ خواہشیں پوری کرنے کے لئے آیات و ادعیہ کی اس درجہ توہین کا جواز کہاں سے نکال لیا ہے؟

بظاہر اعمال کی ابتداء مسلمانوں میں اس طرح ہوئی کہ اوّل تو خود حضرت سرورِ کائنات صلعم نے اور حضور کے بعد صحابہ کرام اور بزرگان دین نے خاص خاص سورتوں اور دُعاؤں کو جو بوجہ اپنے خاص قسم کے مضامین کے حسب حال ہوتی تھیں ایک قسم کے موقعوں پر پڑھا اور فی الواقع ایسی آیتیں مناسب محل ہونے کی وجہ سے قلب پر ایک خاص اثر پیدا کرتی ہیں۔ مثلاً کسی عزیز کی موت کے صدمہ میں كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ پڑھنے۔ یا افلاس کی حالت میں

یوم الدین بستم سوے سر فلاں بن فلاں - ایاک نعبد بستم ہر دو چشم فلاں بن فلاں وایاک نستعین بستم ہر دو دست فلاں بن فلاں - اھدنا الصراط المستقیم بستم دل فلاں - صراط الذین بستم کمر فلاں - انعمت علیھم بستم چہل وچہار استخوان فلاں - غیر المغضوب بستم ہر دو پاے فلاں - علیھم ولا الضالین آمین بستم ہر دو قرار و سکون فلاں بن فلاں بنام آدم علیہ السلام ...... اسی طرح تمام پیغمبروں کے نام لے کر رسول اللہ صلعم پر ختم کیا ہے +

(۲) مقہوری اعدا میں "صلوٰۃ العداوت" اس ترکیب سے پڑھے +

(۳) جب دو شخصوں میں دشمنی کرانے کا (نیک) کام در پیش ہو تو والقینا بینھم العداوۃ والبغضاء کا نقش منگل کے روز نزول ماہ ساعت زحل میں لکھ کر قبر کہنہ میں دفن کرے +

(۴) اس نقش کو مطلوب کے گھر میں دفن کرے - ورنہ جہاں آمد و رفت ہو (تاکہ تعویذ پیروں میں اچھی طرح روندا جا سکے) +

(۵) جب جن کو جلانا منظور ہو تو یا اللہ کئی مرتبہ ایک نیلے لتے میں لکھے اور ایک سرے سے اُس کو جلائے (اس ترکیب سے خواہ جن جلے یا نہ جلے مگر خدا کا نام جلنے میں کچھ بھی شبہہ نہیں - نعوذ باللہ) +

(۶) حروف تہجی داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت پر تابہ گلو کھینچ لے - باتیں اُسکی مقبول مخاطب کے ہو ویں (اگرچہ نہایت لغو گوئی کرے) +

پریوں کو تابع کرنے کے لئے اور بھوتوں اور چڑیلوں کو بھگانے کے لئے اعمال و نقوش ایجاد کئے +

یہاں تک پہنچنے کے بعد اب ہم جادو اور اُس کے متعلقات بھوت چڑیل وغیرہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ یہ خیالات دنیا میں کس طرح پھیلے +

منجملہ اُن عقائد کے جو تمام قوموں اور مذہبوں میں مشترک ہیں ایک عقیدہ یہ ہے کہ انسان مرنے کے بعد پھر زندہ ہوتا ہے۔ یا یہ کہ اُس میں جو ایک جوہر لطیف ہے اور جو اُس کے جملہ افعال پر حکومت کرتا ہے وہ کبھی فنا نہیں ہوتا بلکہ مادّی جسم کے فنا ہونے کے بعد اچھے بُرے کاموں کا نتیجہ پانے کے لئے باقی رہتا ہے اور اُس کا نام روح ہے۔ یہ عقیدہ اگرچہ تمام بڑے مذہبوں کی بنیاد قائم کرنے والا۔ اور دُنیا میں اخلاق اور نیکی پھیلانے والا اور انسانی اُمّیدوں کو مادّیت سے بلند کرکے روحانیت کے مرتبہ تک پہنچانے والا اور موت کی ہیبت گھٹانے والا اور عواقب کے بیتاب دلوں کو تسکین دینے والا ہے مگر جاہل قوموں کے ہاتھوں میں پڑکر اس نے ایک عجیب ہیبت ناک شکل اختیار کرلی +

وہ روح جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا اور جس پر جملہ الہامی مذاہب کی بنیاد قائم ہے چونکہ جُہلا کی سمجھ سے باہر تھی اس لئے اُنہوں نے اُن سانسوں کو یا اُس ہوا کو جو انسان کے اندر آتی جاتی اور اُس کی زندگی قائم رکھتی ہے روح سمجھا اور اُس کی نسبت خیال کیا کہ مرنے کے بعد وہ ہوا جسم سے علیحدہ ہوکر کوئی جُداگانہ وجود رکھتی ہے اور چونکہ مرنے

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا۔ اور عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ۔ یا مریض کو دوا دیتے وقت اَللّٰهُ شَافِيْ اَللّٰهُ كَافِيْ۔ پڑھنے سے دونوں پڑھنے اور سننے والوں کے قلوب پر ایک خاص تسکین بخش اثر پڑتا ہے اور ایسے کلمات دُعا کا اور فوری تسکین کے لئے دوا کا کام دیتے ہیں +

اسی طرح قرآن پاک کی بعض سورتیں ایسی ہیں جو رسول اللہ صلعم کے ورد میں زیادہ رہی ہیں مگر رفتہ رفتہ جب مسلمانوں میں جہالت اور ظاہر پرستی کا دور آیا تو اُنہوں نے بڑی بڑی سورتوں کا چند آیات سے اور آیات کا اعداد کے ذریعہ سے اختصار کرنا شروع کیا بلکہ تلاوت کے لئے بھی قرآن شریف سے انتخاب کرکے خلاصے بنانے شروع کئے اور کسی کا نام پنجسورہ اور کسی کا نام ہفت منزل اور کسی کا نام جواہر القران رکھ کر مسلمانوں کو گویا کل قرآن کے پڑھنے سے مستغنی کر دیا۔ اس کے علاوہ اُن آیات اور ادعیہ کی طرف توجہ کی جو پہلے لوگوں نے مصیبت اور تکلیف میں اکثر پڑھی تھیں۔ پھر اُن کی جُدا جُدا تاثیریں دریافت کیں اور اعداد کے ذریعہ سے اُن کو مختصر کیا اور رفتہ رفتہ دوسری جاہل قوموں میں جادو کے نام سے جو علم تھا اُس کے مساوی انہیں آیات و نقوش کی مدد سے ایک علم ایجاد کرکے اپنی قومی کمی کو پورا کیا۔ پھر رفتہ رفتہ اُس میں بہت سی ایجادیں کیں اور ہر قسم کی ضرورتوں کے لئے نقوش مرتب کئے یہاں تک کہ امراض میں ہر مرض کے لئے جُدا جُدا اور دنیوی ضرورتوں میں ہر ضرورت کے لئے جُدا جُدا۔ حتےٰ کہ مکانوں کے چوہے اور مچھر اور کھٹمل مارنے کے لئے اور دیوؤں اور

زور گھٹ جانے سے جب مریض اچھا ہو جاتا ہے تو ان میں سے ہر شخص اس صحت کو اپنی لایعنی حرکتوں کا نتیجہ سمجھ کر انہیں آسیب اُتارنے کا علاج سمجھنے لگتا ہے۔ چنانچہ جاہل قوموں میں بالعموم جملہ امراض کا اور بالخصوص ایسے سخت امراض کا جن کا دواؤں کے ذریعہ سے باقاعدہ علاج اُنہیں معلوم نہیں اسی قسم کی حرکتوں اور نذر بھینٹ اور حاضرات اور چڑھاوے سے کیا جاتا ہے مگر جس نسبت سے اُن قوموں کی معلومات بڑھتی جاتی ہیں اُسی نسبت سے اُن میں خیالی اجسام کی تعداد گھٹتی جاتی ہے اور امراض کے باقاعدہ علاج کا رواج ہوتا جاتا ہے۔ فقط

نمبر ۶
مسمریزم وغیرہ

اب سوال یہ ہے کہ اعمال کے ذریعہ سے مریضوں کو صحت ہوتی ہے یا نہیں اور لوگوں کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں ہوتیں تو پھر عاملوں کی طرف مرجوعات باقی رہنے کی کیا وجہ ہے؟

وہ امراض جو عاملوں کے سامنے پیش ہوتے ہیں اُن کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جن سے اس زمانہ کے اطبّاء واقف ہیں دوسرے وہ جو ان کی سمجھ سے باہر ہیں۔ یہ ہم کہہ چکے ہیں کہ انسان جہالت کے دور میں اکثر امراض کا علاج جھاڑ پھونک سے کرتا ہے اور جس نسبت سے اُس کی معلومات بڑھتی جاتی اور امراض اور ادویہ سے اُسے واقفیت ہوتی جاتی ہے اُسی نسبت سے غیر معمولی طریقوں سے علاج کرنے میں کمی ہوتی جاتی ہے

کے بعد عرصہ تک انسان کا تصوّر اُس کے جاننے والوں کے ذہنوں میں باقی رہتا ہے اس لئے عموماً سونے میں اور کبھی کبھی تاریکی اور تنہائی میں وہ تصوّر مجسم بن کر اُسی ہیئت میں یا کسی قدر تبدیل ہیئت کے ساتھ نظر آجاتا ہے اور بغور دیکھنے سے غائب ہوجاتا ہے اس لئے سمجھا جاتا ہے کہ اُس کو مختلف شکلیں بدلنے۔ اور گھٹنے بڑھنے اور غائب ہوجانے اور ہوا میں اُڑے اُڑے پھرنے کا اختیار حاصل ہے ؛

پھر بُرے لوگوں کی نسبت چونکہ پہلے سے بُرے خیالات موجود ہوتے ہیں اس لئے مرنے کے بعد اُن کا تصوّر عالم خواب اور بیداری میں نہایت متوحش شکلوں میں نمودار ہوکر بچوں۔ عورتوں اور کمزور دل کے لوگوں پر ہیبت طاری کر دیتا ہے اور کبھی کبھی خوف کے صدمہ سے اُنہیں بیمار کردیتا ہے۔ اس لئے عام خیال ہوتا ہے کہ ان ارواح کو تنگ کرنے یا کسی پر سوار ہوجانے یا کسی میں حلول کرنے کا اختیار حاصل ہے اور پھر انہیں مختلف تصورات اور خیالی اشکال کے اعتبار سے اُن کی مختلف قسمیں بن جاتی ہیں جیسے بھوت۔ پریت۔ چڑیل چھلاوا وغیرہ ؛

اُن دماغی اور عصبی امراض کو جو آنِ واحد میں مریض کی حالت کو متغیر کر دیتے ہیں اور عام لوگوں کی سمجھ سے باہر ہوتے ہیں انسان آسیب کے اثر کا نتیجہ سمجھ کر غیر معمولی طریقوں سے دور کرنے کی کوشش کرتا ہے اور پریشان ہوکر بعض اضطراری حرکتیں کرتا ہے مثلاً آسیب بھگانے کے لئے کوئی تھالی بجاتا ہے۔ کوئی چلاّتا ہے۔ کوئی دھونی دیتا ہے۔ خواہ ان حرکتوں کی طرف مریض کے خیالات تقسیم ہونے خواہ کچھ دیر بعد مرض کا

ہوتی ہے اور اپنی دینی اور دنیوی اغراض اُن کے سامنے پیش کرتی ہے اور اُن سے صرف دعا کرانے کو اپنی کاربرآری کے لئے کافی سمجھتی ہے۔ اس لئے دیندار لوگوں میں سے جب کوئی علاج کرنے کا مدّعی ہوجاتا ہے تو طبیب حاذق کی عمدہ سے عمدہ دوا اُس کے ہاتھ کی دی ہوئی خاک کے سامنے عوام کے نزدیک گرد ہوتی ہے ؛

(۲) قدرتی اسباب سے صحت۔ جتنے آدمی بیمار ہوتے ہیں اگر اُن کا علاج نہ کیا جائے تب بھی سب کے سب نہیں مرتے بلکہ اُن میں سے اکثر خود بخود اچھّے ہوجاتے ہیں جیسا کہ اُن دیہات میں جہاں طبیب میسّر نہیں آتے دیکھا جاتا ہے۔ اس لئے خودبخود اچھے ہوجانے والوں کی تعداد مثلاً چالیس فیصدی سمجھی جائے تو عاملوں کے نقوش اور جھاڑنے والوں کی جھاڑ میں اگر کچھ اثر نہ ہو تب بھی اس قدر فیصدی جتنے کہ لوٹ پوٹ کر اچھّے ہوجاتے ہیں عاملوں کے ہاتھ سے کہیں نہیں گئے ؛

(۳) بعض ادویہ کا استعمال۔ اوپر ہم لکھ چکے ہیں کہ مرغ کا خون اور دھونی وغیرہ امراض مخصوصہ کے لئے مفید ہیں تو فرض کیجئے کہ مثلاً پانچ فیصدی کو اُن ادویہ سے صحت ہوتی ہے جو دوا کے نام سے نہیں دی جاتیں بلکہ عمل کا جزو سمجھ کر استعمال کرائی جاتی ہیں ؛

(۴) طبیعت کا قوی کرنا۔ علاج کا سب سے بڑا اصول یہ ہے کہ طبیعت کو قوی کیا جائے تاکہ وہ مرض پر غالب ہوجائے۔ طبیعت کے قوی کرنے کی ایک عمدہ تدبیر یہ بھی ہے کہ معالج کی طرف سے مریض کے دل میں حسن عقیدت اور اعتبار پیدا

چنانچہ ایک زمانہ وہ تھا جب مسلمانوں نے علم طب کمال پر پہنچایا مگر رفتہ رفتہ اَور علوم کی طرح اُس میں بھی زوال شروع ہوا اور اطبّا کی کمزوری سے علاج کے بہت سے شعبے اُنکے ہاتھ سے نکلنے لگے۔ تشریح تو وہ خود جرّاحوں اور حجاموں کو سپرد کر چکے تھے عورتوں کے اکثر امراض اُن سے دائیوں نے چھین لئے۔ شیر خوار بچّوں کے امراض جڑی بوٹی اور جھاڑ پھونک سے علاج کرنے والے فقیروں نے اور ایک خاص قسم کے عصبی و دماغی امراض پر آسیب اُتارنے والے عاملوں نے قبضہ کر لیا اور اب یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ جب آخر الذکر قسم کے مریض طبیبوں کے پاس جاتے ہیں تو بعض اُن میں سے خود کہہ دیتے ہیں کہ یہ مرض ہماری حدود سماعت سے باہر ہے مگر اس وقت بھی ایسے روشن خیال طبیب موجود ہیں جو ان سب باتوں کو لغو سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ایک نامی طبیب سے ہم نے سُنا ہے کہ وہ تمام امراض جن کو لوگ آسیب کا اثر کہتے ہیں طب کی کتابوں میں موجود ہیں اور بعض وقت عاملوں کے ہاتھ سے ان امراض میں جو تخفیف ہو جاتی ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ کاغذ کی دھونی۔ مرغ کا خون اور اَور چند چیزیں جو یہ لوگ استعمال کراتے ہیں طبّاً ان خاص امراض کے لئے کسی حد تک مفید ہیں۔

اب ہم عاملوں کی طرف مرجوعات ہونے کے چند اسباب بتلاتے ہیں:۔

(۱) مذہبی رنگ۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ لوگ مذہب کا جامہ پہنے ہوتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ مذہب سے بڑھ کر دُنیا میں کوئی قوّت زبردست نہیں۔ اگر یہ لوگ کسی غیر معمولی طاقت کے مدعی نہ بھی ہوں تب بھی مخلوق اُن کی طرف قدرتی طور پر رجوع

لئے مریض کے سامنے چراغ جلانے۔ حاضرات کرنے میں غیر معمولی حرکتیں کرنے۔ دستک دینے۔ ناک میں بتی دینے۔ دھونی کرنے۔ چیخنے چلّانے۔ گانے بجانے سے مریض اپنے حواس میں آجاتا ہے اس لئے ان حرکتوں سے عارضی صحت پانے والوں کا اوسط بھی کوئی ۵ فیصدی رکھ لیجئے ۔

(۶) طبیعت کا دوسری طرف متوجہ کرنا۔ اُن امراض میں جن میں درد کی شدّت ہوتی ہے یا بچھو وغیرہ کے کاٹنے سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ مریض کے خیالات دوسری طرف متوجہ کرنے سے کسی قدر افاقہ محسوس ہوتا ہے۔ مریض کو چونکہ پہلے سے صحت کا یقین دلادیا جاتا ہے اور تھوڑی دیر بعد اُس سے پوچھا جاتا ہے کہ مثلاً اب دانت کے درد میں کمی ہے یا نہیں اور اس کے ساتھ چند لایعنی حرکتیں کی جاتی ہیں تو مریض کے دماغی اعصاب ہر بار یہ اندازہ کرنے میں مصروف ہوجاتے ہیں کہ بمقابلہ پچھلی بار کے اب درد میں کس قدر کمی ہے اور اس فعل سے خون کا زیادہ حصہ جسم کے دوسرے حصّوں کے ساتھ ماؤف مقام کو چھوڑ کر دماغ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اس لئے جب خفیف درد ہوتا ہے تو اس تخیّل سے ضرور کچھ نہ کچھ تخفیف معلوم ہوتی ہے جسے لوگ منتر کا نتیجہ سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بات بغیر منتر پڑھے بھی حاصل ہوسکتی ہے۔ مثلاً کسی شخص کی ہچکی نہ بند ہوتی ہو تو دفعتاً کوئی فکر یا رنج یا خوشی کی بات سُننے سے اکثر بند ہوجاتی ہے یا کسی شخص کو خوب زور سے بخار چڑھا ہو اور اس کے گھر میں آگ لگ جائے تو پریشانی اور بدحواسی میں بخار کی تکلیف بالکل بھی محسوس نہیں ہوتی۔ بعض فقیروں کو دیکھا ہے

کیا جائے اور صاف ظاہر ہے کہ اس کی مقدس عاملوں کے لئے کچھ کمی نہیں جن کے اختیارات عوام کے نزدیک صرف مادی دنیا تک محدود نہیں ہوتے بلکہ اُن کی نسبت یہاں تک اعتقاد ہوتا ہے کہ وہ مردہ کو زندہ کر سکتے ہیں +

اس کے علاوہ عقیدت پیدا کرنے کے لئے دعا یا دوا میں کچھ راز رکھنے سے بہت اثر پڑتا ہے۔ عمل کی سب سے زیادہ ابتدائی اور سب سے زیادہ سادہ صورت یہ ہے کہ مقصود کو بار بار زبان سے دُہرایا جائے مثلاً محبوب کے دل میں اپنی محبت پیدا کرنے کے لئے اُسکے نام کا ورد کرنا مجرب سمجھا جاتا ہے مگر ایسے صاف منتروں کی چونکہ دل میں زیادہ وقعت نہیں ہوتی اس لئے خواہ چند بے معنی کلمات اضافہ کر کے خواہ پڑھنے کی شمار معین کر کے اُس کو زیادہ وقیع اور اہم کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ تعویذ لکھ کر بند کرتے وقت عامل اُس پر کچھ پڑھ کر پھونک دیتے ہیں اور اُسے کھولنے سے منع کر دیتے ہیں تاکہ اس میں بھی کچھ راز سمجھا جائے۔ بعض طبیب بھی نسخہ کے ساتھ کوئی خانہ ساز دوا دے دیتے ہیں۔ بعض ہندو مہنت دواؤں کے ساتھ اپنے جسم کا ملا ہوا بھبوت دیتے ہیں جس میں ایک طرح کا راز پایا جاتا ہے اور اس راز سے وقعت اور عقیدت میں زیادتی ہوتی ہے۔ ان طریقوں سے طبیعت کو مدد ملنے سے کم سے کم ۵ فیصدی کو ضرور صحت ہوتی ہوگی +

(۵) مریض کے سامنے غیر معمولی حرکتیں کرنا۔ جو امراض عاملوں سے مخصوص ہیں وہ عورتوں کے خاص امراض ہیں جن میں ایک قسم کی بیہوشی طاری ہو جاتی ہے اس

کے ہاتھوں میں سپرد کرکے اُنہیں اپنا تابع کر لیا ہے اور اُن سے خطاب کرنے کے لئے ایک خاص زبان ایجاد کی ہے۔ مگر جب خود خداوند تعالےٰ کے سامنے حاجتیں پیش کرنے کی ضرورت آپڑتی ہے تو اُس سے خطاب کرنے کے لئے بھی ایک عجیب جنّی زبان مرتّب کی ہے جس میں ادھوری آیتیں اور دُعائیں اور اکثر مہمل الفاظ ہوتے ہیں اور خود خداوند تعالےٰ کے ناموں کی تاثیر بڑھانے کے لئے اُن میں نجوم اور رجوتش اور طب کا پیوند لگایا ہے اور ہر نام کے لئے بخور مخصوص کرکے ایک ایک جن اور ایک ایک موکّل کا دُم چھلّا لگا دیا ہے۔ مثلاً

یا اَللّٰہ۔ خاصیت[۱] جلالی۔ طبع[۲] گرم۔ بخور[۳] عود۔ برج[۴] حمل۔ منزل[۵] شرطین۔ ستارہ[۶] زحل۔ جن[۷] قیبویش۔ موکّل[۸] اسرافیل *

یا قدّوس۔ خاصیت[۱] مشترک۔ طبع[۲] خشک۔ بخور[۳] ترنج۔ برج[۴] حوت۔ منزل[۵] شولہ۔ ستارہ[۶] زہرہ۔ جن[۷] شمیوش۔ موکّل[۸] عطرائیل *

اسی طرح ننانوے[۹۹] اسماء حسنےٰ کے لئے آٹھوں چیزیں جُدا جُدا مخصوص ہیں جنہیں پڑھ کر حیرت ہوتی ہے اور سمجھ میں نہیں آتا کہ سچّے اسلام کو جس کو اپنی سادگی پر فخر ہے ان عجائب و غرائب سے کیا مناسبت ہے اور مذہباً ان کا کیا ماخذ ہے *

اعمال کا ایک شعبہ ہتھ پھیری اور شعبدہ بازی سے متعلق ہے جس سے لوگوں کو متعجب کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اس فرقہ کے لوگ بہت سے رنگوں میں نظر آتے ہیں۔ ایک وہ جو اپنے کرتب کو موکلوں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ دوسرے وہ جن کو

کر لب لگا کر یا ہاتھ سے مس کر کے جملہ امراض کا علاج کرتے پھرتے ہیں۔ اور لوگوں کو اُن کے علاج سے افاقہ بھی محسوس ہوتا ہے مگر ایسے فقیر دس پانچ روز سے زیادہ کسی جگہ نہیں ٹھیرتے کیونکہ عوام الناس اُن کی شہرت اور اُن کی عقیدت کے مقناطیسی اثر سے مبہوت ہو کر عارضی طور پر اپنی تکلیف بھول جاتے ہیں۔ اس کے بعد بدستور حالت ہو جاتی ہے +

اِن مختلف طریقوں سے عاملوں کے ہاتھوں سے عارضی صحت پانے والوں کا اوسط اچھا پڑ رہتا ہے حالانکہ نہ اُن کے پڑھنے میں کوئی اثر ہے اور نہ اُن کے تابع کوئی موکّل ہے مگر سب سے مزے کی بات یہ ہے کہ عاملوں کے علاج سے جس قدر مریض مرتے ہیں یا صحت یاب نہیں ہوتے وہ اپنی بدقسمتی سے اور جتنے مریض طبیبوں کے زیر علاج رہ کر مرتے ہیں وہ سب معالج کی نالائقی یا غفلت سے +

دفع امراض کے علاوہ کشود کار کے لئے بھی اعمال پڑھے جاتے ہیں جن سے یہ غرض ہوتی ہے کہ دنیوی ضرورتیں پوری ہوں۔ حاکم مہربان اور دشمن ذلیل ہو۔ ترقی دولت اور وسعت رزق ہو۔ یہ تمام غرضیں درحقیقت اس نہج کی ہیں کہ خداوند تعالےٰ کی درگاہ میں سیدھے سادے الفاظ میں دعا کے پیرایہ میں پیش کی جائیں اور ان الفاظ میں جو بلا تصنع زبان سے نکل کر دل کی اصلی کیفیت کا اظہار کر سکیں قاضی الحاجات اور مستجاب الدعوات سے مانگی جائیں مگر ہمارے عاملوں نے اوّل تو خدا کو نعوذ باللہ تکلیف دینے کی ضرورت ہی باقی نہیں رکھی اور خدائی اختیارات کو موکلوں اور جنوں

۱۸۹۸ء میں بمقام علیگڈھ اس کے شعبدے دیکھے جب کہ مولوی غلام حسین خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر کی کوٹھی پر کئے گئے تھے۔ چونکہ میں بھی فن شعبدہ بازی سے ماہر تھا اور بغرض انکشاف رازِ اصلی استاد کاملین سے اس کو حاصل کیا تھا اُس کے ہر ایک شعبدے کو معلوم کرتا گیا لیکن افشاے راز اُس وقت نامناسب خیال کیا گیا تھا۔ جو جو شعبدے وہ کرتا تھا صاحبان جلسہ الفاظ آمنّا وصدّقنا قبول کرتے تھے اور اُس کی عظمت اور عامل ہونے کا یقین ذہن نشین کرتے جاتے تھے۔ دوسرے روز خود میں نے اپنے مکان پر اُس کو بُلا کر اجازت عمل کرنے کی دی۔ چنانچہ اُس کے ہر ایک عمل کا رازِ نہانی کھولا گیا اور اُس کے مقابلہ میں جب اپنے شعبدے دکھلائے تو وہ اُن کی گرفت کرنے میں عاجز ہو گیا۔ آخر الامر ایک عام جلسہ کے روبرو شرمندہ ہو کر اُس نے تمام کارروائی عملیات کو بے بنیاد تسلیم کیا۔ یہ شخص تمام ہندوستان میں بڑا کراماتی مشہور تھا۔ اُس کی معاش صرف اسی وسیلۂ ناجائز سے تھی۔ وہ ہمیشہ دُور دُور ملکوں سے زر کثیر حاصل کر کے عیاشی میں مشغول رہتا تھا۔ زیادہ عمل اُس کا گروہ طوایفان میں موثر ہوتا تھا چنانچہ ایک مرتبہ وہ اسی قسم کی فریبانہ کارروائی میں قید بھی ہو چکا تھا" +

ہتھ پھیری کے علاوہ انسان ایک مقناطیسی قوّت کو جو ہر جاندار میں کم و بیش پائی جاتی ہے مشق سے بڑھا کر دوسروں پر اُس کے ذریعہ سے خاص طرح کے اثر

بھان متی کہتے ہیں اور جو خود اقرار کرتے ہیں کہ جو کچھ ہم کرتے ہیں وہ سب ہتھ پھیری ہے اور کوئی رُوح ہمارے تابع نہیں ہے۔ تیسرے وہ جو ہر کرتب کے ساتھ اُس کا بھید بھی بتاتے جاتے ہیں چنانچہ کچھ عرصہ ہوا ایک انگریز تماشہ کرتا پھرتا تھا اور اپنے عمدہ سے عمدہ کرتب کا جس کا ہونا کسی طرح قیاس میں نہیں آتا تھا۔ جب راز بتا دیتا تھا تو وہ تماشبینوں کو ایک بدیہی بات معلوم ہوتی تھی۔ پس جبکہ ایک شعبدہ باز جو خود کسی عجیب وغریب طاقت پر حکمران ہونے کا مدعی نہیں بالکل وہی کرتب کر سکتا ہے جو علوی اور سفلی عامل تنکفیلح قشیوش۔ فغیوش۔ عفویوش۔ ارموجتیشا اور ان سے بھی زیادہ عجیب موکلوں کے ذریعہ سے کرتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم زبردستی ایسے پیچیدہ ناموں والی ہوائی اور خیالی مخلوق کا وجود ماننے پر مجبور ہوں۔ ہمارے نواح میں حسن خان جنّی ایک نہایت مشہور عامل تھا جس کا ذکر ہمارے ایک دوست نے کیا ہے اور جس کا مختصر حال ہم ٹھاکر مکند سنگھ رئیس جلیسر کی کتاب علاج الاوہام سے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

"اس موقع پر ایک ایسے عامل کا تذکرہ بھی کیا جاتا ہے جو یکتائے زمانہ خیال کیا جاتا تھا یعنی مسمی حسن خاں جنّی اکبرآبادی جو زمانہ حال میں ہی فوت ہوا ہے بہت بڑا نامی عامل کامل مشہور تھا کہ جس کے محکوم سیکڑوں پریاں و جنات بیان کئے جاتے تھے اور اسی وجہ سے اُس کا نام حسن خاں جنّی مشہور ہو گیا تھا۔ شعبدہ بازی میں فی الحقیقت کمال رکھتا تھا اور اُس کے شعبدے معمولی اشخاص کی سمجھ اور گرفت سے باہر ہوتے تھے۔ میں نے اول مرتبہ

ہیں عمل کرتے وقت نہ یہ لوگ کچھ پڑھتے ہیں اور نہ عجیب و غریب الفاظ زبان سے نکالتے ہیں بلکہ معمول کی قوت متخیلہ پر اثر ڈالنے اور اُس کو مبہوت کرنے کے لئے اپنی آنکھ اور اپنے ہاتھ سے البتہ کام لیتے ہیں۔ بعض وقت جب عامل کی طبیعت کمزور اور معمول کی طبیعت قوی ہوتی ہے تو معمول پر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا یا منجملہ چند معمولوں کے بعض پر جو زیادہ قوی ہوتے ہیں کچھ اثر نہیں ہوتا مگر کرنل الکٹ اور روسی لیڈی کی جن کا ہمارے مکرم دوست نے ذکر کیا ہے جداگانہ حالت ہے۔ کرنل موصوف صرف مسمرزم کے عامل نہیں بلکہ اُس کے ساتھ وہ ایک نئے مت یا مذہب کے بھی مدعی ہیں اور چونکہ مذہب کے لئے رُوح کا ہونا ضرور ہے اس لئے مذہبی موجد ہونے کی حیثیت سے اُنھوں نے عالم ارواح کے متعلق کچھ باتیں بیان کی ہیں جو ہندوؤں کے عقائد سے ملتی جُلتی ہیں اور جو دین و دنیا دونوں کے اعتبار سے ہمارے لئے کوئی حجت نہیں ہو سکتیں ۔

کرنل الکٹ جب بڑے زوروں پر تھے اور جب وہ اس نواح میں بھی آئے تھے اور علیگڈھ میں مقیم ہوئے تھے تو سرسیّد مرحوم نے اُنہیں ایک چٹھی لکھی تھی کہ "چونکہ سلب امراض میں آپ کمال رکھتے ہیں اور آپ نے اس کا اعلان بھی کیا تھا اس لئے آپ میری رسولی دور کر دیجئے۔" اس کے جواب میں صاحب موصوف نے اپنی کمزوری کا عذر کر کے لکھا تھا کہ "میڈم بیلوٹسکی نے مجھے کچھ دنوں کے لئے سلب امراض سے منع کر دیا ہے۔" اس پر سید صاحب نے ایک دلچسپ مضمون لکھا تھا جس میں صاف طور پر دکھا دیا تھا کہ اس قسم کے شعبدے اور کرتب نہایت معمولی چیزیں

پیدا کر سکتا ہے اور اپنے معمول کے واہمہ کو ایسا مغلوب کر سکتا ہے کہ جو چیز خارج میں موجود نہیں وہ اُسے نظر آنے لگے۔ بعض انسانوں میں قدرتی طور پر یہ قوت زیادہ ہوتی ہے اور جن میں کم ہوتی ہے اُن میں مجاہدہ سے زیادہ ہو سکتی ہے۔ مگر بایں ہمہ یہ قوت مادیت کے دائرہ سے نکل کر روحانیت میں داخل نہیں ہو سکتی۔ اُس کو ہر مذہب۔ ہر عقیدہ اور ہر قوم کا آدمی بڑھا سکتا ہے۔ اُس کا عامل کمزور آدمیوں یا چھوٹے بچّوں سے نظر ملا کر اُن پر بیہوشی یا خواب کی سی کیفیت طاری کر دیتا ہے اور معمول کے خیال پر غالب آکر جو چاہتا ہے اُس کے جسم سے کام لیتا ہے۔ جو چاہتا ہے اُس سے کہلا دیتا ہے اور جس قسم کی شکلیں بیان کرتا ہے وہ معمول کو نظر آتی ہیں مگر فی الواقع جو شکلیں نظر آتی ہیں وہ خارج میں اُس وقت موجود نہیں ہوتیں کیونکہ وہ معمول کے سوا کسی دوسرے کو نظر نہیں آتیں۔ اس کے علاوہ جب ہمارے عامل موکلوں کی سرداری کے تخت سے اُتر کر مسمریزم کی سطح پر آنا اور اپنے شعبدوں کو اُس سے منسوب کرنا گوارا نہیں کرتے اور مسمرزم والے اپنے علم کو مادّی علوم کی سطح سے بلند کر کے روحانی علوم میں داخل کرنا نہیں چاہتے تو پھر ہمارے دوست کو دونوں میں مطابقت پیدا کرنے اور ایک کو دوسرے کی تائید میں پیش کرنے کا کون سا حق حاصل ہے ؎

مسمرزم کا تماشہ کرنے والے عموماً بالاعلان کہہ دیتے ہیں کہ نہ ہمارے اختیار میں کوئی جن ہے اور نہ کوئی موکّل ہے۔ جو کچھ ہم کرتے ہیں وہ ایک مقناطیسی قوت کے ذریعہ سے کرتے ہیں جو حیوان میں کم و بیش ہوتی ہے اور جس کو اینیمل میگنٹزم یا برق الحیات کہتے

نہ کر بیٹھیں اور رُوح بلانے والوں کے ساتھ اور غریب بھی پس جائیں۔

مگر بات یہ ہے کہ جب کوئی اس قسم کی صدا یورپ سے اُٹھتی ہے تو ہمارا ملک جو پہلے سے اِن اوہام میں گرفتار ہے سب سے پہلے لبیک کہنے کو تیار ہو جاتا ہے اور دنیوی معلومات کے جو بیش قیمت ذخیرے اور انسانی کوششوں کے بدیہی نتیجے ہیں اُنہیں تسلیم کرنے میں سیکڑوں حجتیں اور دلیلیں نکالتا ہے۔

ایک بڑی غلطی یہ ہے کہ ہر معمولی بات کے لئے جو تجربہ پر مبنی ہو ہم اپنے بزرگوں کی بیاض حوالہ کے لئے ٹٹولتے ہیں حالانکہ بہ استثناء مذہب اور اُس کے متعلقات کے جو الہامی حیثیت رکھتا ہو کوئی چیز ایسی نہیں جس کی نسبت انسانی معلومات آج سے زیادہ کل اور کل سے زیادہ پرسوں نہ بڑھتی ہو۔ مثلاً ایک پچاس برس کی عمر والے شخص کو دیکھئے کہ روزمرّہ کے استعمال اور گردوپیش کی چیزوں اور دنیا کے واقعات کی نسبت جس قدر اُس کو آج معلومات ہے وہ چالیس برس کی عمر میں نہ تھی اور جو چالیس میں تھی وہ بیس میں نہ تھی۔ اور چونکہ ہر انسان بجز کیمیاگروں کے اپنی معلومات دنیا میں کسی نہ کسی پیرایہ میں چھوڑ جاتا ہے تو اب جبکہ تبادلہ خیالات کے ذرائع اور دنیا کی سیاحت کرنے کے وسائل اس کثرت سے موجود ہو گئے ہیں یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ مادی اشیاء کے متعلق جو مجموعی معلومات بنی نوع انسان کو اس وقت ہے وہ پچاس یا سو یا ہزار سال قبل ہرگز نہ تھی۔ تاہم اپنے اسلاف کی ہم نہایت عزت کرتے ہیں اور اُن کی وقعت کا اندازہ اس زمانہ کے علوم کے اعتبار سے نہیں بلکہ اپنے زمانہ کی معلومات

ہیں اور مذہب اور خصوصاً مذہب اسلام ان ادنے باتوں سے بہت ارفع و اعلےٰ ہے ÷

یہ ضرور نہیں کہ جو کچھ یورپ والے کہیں یا مانیں اُس کا ماننا ہم پر فرض ہو۔ یورپ خود ہزارہا سال تک اوہام میں مبتلا رہا ہے اور اب بھی وہاں ہر خیال کے لوگ موجود ہیں۔ چنانچہ آجکل رُوح جیسی لطیف چیز کو جو دل یا پھیپھڑے کی حرکت بند ہو جانے کے بعد ایک دم اپنے مانوس اور پُرانے مسکن میں نہیں ٹھیر سکتی۔ لکڑی تختیوں اور میز کے پایوں اور آدمیوں کے سروں پر بُلانے کا خبط بعض یورپ والوں کے سروں میں سمایا ہے اور اُنھوں نے یہاں تک مشق بہم پہنچائی ہے کہ کسی دوست کی فرمائش پر زندہ آدمی کی روح بھی پکڑ بلا کر باتیں کرا دیتے ہیں اور خود اُس شخص کو جس کی رُوح بلائی جائے خبر تک نہیں ہوتی مگر شرط یہ ہے کہ فرمائش کے ساتھ یہ نہ بتایا جائے کہ بُلانے کے لئے زندہ آدمی کا نام لیا گیا ہے یا مردہ کا۔ ان روح بلانے والوں نے عالمِ ارواح میں کچھ دنوں سے عجب کھل بلی مچا رکھی ہے۔ دن دیکھتے ہیں نہ رات اور بزرگ کا لحاظ کرتے ہیں نہ خُرد کا۔ کسی مُردہ کو خواہ وہ خلد میں ہو یا کہیں اَور جب جی چاہتا ہے بلا تامل پکڑ بُلاتے ہیں اور میز کے پائے یا تختی کی ٹانگ کے نیچے گھنٹوں رگید کر تب کہیں پیچھا چھوڑتے ہیں۔ ہمیں تو اب یہ اندیشہ ہے کہ اگر روح بُلانے کا رواج اس دنیا میں زیادہ ہو گیا تو ایسا نہ ہو کہ اس سخت برتاؤ سے تنگ آکر تمام پُرانے مُردے جو تعداد میں بہت زیادہ ہیں اتفاق کر کے کہیں تھوڑے سے زندوں پر دھاوا

جو کچھ ہمیں اختلاف ہے وہ اُن عجیب جادو نما طریقوں سے ہے جو مسلمانوں میں رائج ہو کر جزو مذہب سمجھے جانے لگے اور رفتہ رفتہ اُن کی معاشرت کا جزو ہو گئے مگر صرف خداوند تعالیٰ کے سامنے اپنی ضرورتیں پیش کرنے اور اُس سے بلاواسطہ مدد مانگنے اور ہر رنج و راحت میں صرف اُسی کو یاد کرنے اور مصیبت میں قرآن پاک پڑھ کر خواہ عربی کی دُعائیں پڑھ کر اُسی سے استعانت کو بہ مصداق حدیث شریف اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ ہم عین عبادت سمجھتے ہیں۔ فقط

اِنسانی اوہام پر خواجہ غلام الثقلین کی محققّانہ نظر اور ہمارے رسالہ کا خاتمہ

اوہام سے لڑائی باندھنا آسان کام نہیں ہے اور نہ یہ جہاد کوئی چھوٹا جہاد ہے۔ تحسبونہ ھیناً و ھو عند اللہ عظیم (تم اس کو آسانی سمجھتے ہو مگر وہ اللہ کے نزدیک بڑی چیز ہے)۔ اوہام پر چند سطریں لکھنے سے پہلے میں سیّد مخدوم عالم صاحب مارہروی کے عالمانہ مضمون کی تعریف کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد سیّد طفیل احمد صاحب منگلوری کے محققّانہ مضمون کا شکریہ اور تعریف بھی لازمی ہے۔ یہ دونوں مضمون اس لائق ہیں کہ ہونہار مصنف توسیع کے بعد ایک رسالہ میں ملا کر شائع کریں۔ مجھے امید ہے کہ وہ اسپر

پر جو انہوں نے اضافہ کیا تھا اُس سے کرتے ہیں۔ اُن کے کارنامے۔ اُن کی علو ہمتی اُن کی بے تعصبی۔ اُن کے عمدہ اخلاق و اداب ہمارے لئے ہدایت ہیں مگر اُن علوم کے لئے جو دنیا کی عمر کے ساتھ اب بڑھ گئے اور بہت ترقی کر گئے اور اُن بہت سی چیزوں کے لئے جو پہلے موجود نہ تھیں اور اب وجود میں آگئی ہیں اور اُن خیالات کے لئے جو دنیا کی عمر اور تجربہ کم ہونے کی وجہ سے پہلے مانے جاتے تھے اور اب باطل ثابت ہو گئے ہیں اگر ہم روزِ روشن چھوڑ کر اندھیری کوٹھری میں اُنہیں بوسیدہ اوراق کو ٹٹولنے لگیں تو نہ صرف ہم غلطی کرتے ہیں بلکہ اپنے اسلاف کے طرز عمل کے بالکل خلاف کرتے ہیں جنہوں نے غیر ملک۔ غیر قوم اور غیر مذہب والوں کی شاگردی اختیار کرنے میں کچھ اپنی توہین نہ سمجھی اور جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ زمانہ بعد خود اُن کے استاد بن گئے۔ کاش ہم بھی اُن کی پیروی کرنے کے قابل ہوں!

ختم کرنے سے پہلے یہ ظاہر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ ہم نے اس وقت تک لکھا ہے اُس سے کسی خیال یا کسی عقیدہ کے لوگوں کی توہین ہرگز مقصود نہیں۔ اگرچہ اوہام کے سلسلہ میں ہم نے عاملوں کے طرز عمل سے اختلاف کیا ہے تاہم اُن بزرگوں کا جن کی تمام عمر ایک ہی قسم کے خیالات اور ایک ہی سی باتیں سُننے میں گذر گئی ہے اور اُنہیں اپنی غلطی درست کرنے کا موقع نہیں ملا۔ ہم نہایت ادب کرتے ہیں کیونکہ ہم خوب جانتے ہیں کہ بعض اُن میں سے نہایت پاک باطن۔ مقدس اور نیک دل ہیں اور جو کچھ اُن کے خیالات ہیں وہ نیک نیتی پر مبنی ہیں۔ اسکے علاوہ

اپنی قوم میں سے لغو خیالات کو کہ جو بالکل زمانہ جاہلیت کا نتیجہ ہیں اور جن کو اسلام سے ظاہری بُعد ہے دور کرنے میں کیا کوشش کی اور اگر کوشش متفق ہو کر کی ہے تو کیا وجہ ہے کہ وہ اُن میں مبتلا ہیں بلکہ خود تمہارے علماء کا ایک گروہ اُن کو مانتا ہے تو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ وہ کیا جواب دینگے اور اپنا قومی اور اخلاقی زمانہ اعمان تاریخ کو کیا دکھائینگے بجائے اس کے کہ مسلمانوں میں اُن کی کوششوں سے علم اور تہذیب کی اشاعت ہو اور حالت بدتر ہوتی گئی ہے۔ اگر اُن کے کچھ کام اس کے متعلق بتائے بھی جائیں تو ہزار میں سے ایک شخص کس شمار میں ہے اور اُن میں سے جس شخص نے ایسے کام کئے بھی ہیں تو گمان غالب یہ ہے کہ وہ کافر بنایا گیا ہوگا تاکہ لوگوں پر اُس کا اثر نہ ہو۔ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِۨ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ (اِن کے کام ہیں جیسے راکھ کہ ہوا جس کو آندھی کے دن اُڑا لے گئی وہ اپنے کئے پر کچھ قدرت نہیں رکھتے)۔ بس سوکھے درختوں سے کچھ امید نہیں ہو سکتی تو ہرے درختوں کو ناامید نہ کرنا چاہئے +

اوہام کی اصل جن اوہام کے متعلق موافق اور مخالف بحث ہو رہی ہے یہ کچھ مسلمانوں کے لئے خاص نہیں ہیں وہ دنیا کی تمام قدیم قوموں میں نہایت کثرت کے ساتھ تھے بلکہ مذہب کا جزو اعظم سمجھے جاتے تھے۔ جس قدر تعلیم و نصائح انبیاء و رسل نے کیں یا روشن ضمیری بڑھتی گئی یا انسان بچپن کے زمانہ سے نمو کرتے رہے تو یہ عقائد خود بخود بغیر کسی دلیل کے کمزور اور مفقود ہوتے گئے۔ اور لطف یہ ہے کہ بعد

غور کریںگے ؞

بڑی خوشی کی بات ان مضامین کے متعلق یہ ہے کہ تعلیم کا جو اصلی منشاء ہمارے مدبّران نے سوچا تھا وہ پورا ہوتا جاتا ہے اور ہماری ایک جماعت آمادہ اور ہوشیار ہے کہ ہزاروں برسوں کی جمی ہوئی جہالتوں کو اُکھاڑ کر پھینکے۔ اگر ان خوشنما حماقتوں کو ہم اُکھاڑ نہیں سکتے تو کم از کم اُن کا اصلی رنگ تو ظاہر کر دینا ضرور ہے تاکہ لوگ جہالت کو دین۔ اور حماقت کو ملت۔ اور عناصر پرستی کو اِتقاء و خدا پرستی نہ سمجھیں اور غیر اسلامی عقائد کو اُن کی اصلی صورت یعنی مضحکہ آمیز برہنگی میں دیکھ سکیں۔ جو کام ہمارے دوست کرنا چاہتے ہیں وہ علمائے دین اور فقہائے شرعِ متین کے کام ہیں۔ مگر جب یہ حضرات سُست یا غافل یا ڈرپوک ہوں۔ یا خود اوہام میں مبتلا اور دلدادہ ہوں (جیسے بقول مخدوم عالم صاحب کے بہت سے مُلّا مبتلا ہیں) تو اب اس کے سوا کیا چارہ ہے کہ ہم لوگ اپنی ناچیز ہمت اس لڑائی میں صرف کریں اور سچ بھی ہے کہ جب ہم صدق دل سے یقین رکھتے ہیں اور علم حاصل کر چکے ہیں کہ فلاں خیال لغو اور مضر ہیں اُس وقت ہمارا فرض ہو جاتا ہے کہ اپنے بھائیوں کو اُن سے بچائیں۔ اسلام کے مقدس حکیم علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ میں جو کچھ فرمایا ہے وہ آبِ زر سے لکھ کر ہر طالبِ حق کے سامنے رکھنا چاہیئے :۔

ما اخذ اللہ علیٰ اھل الجھل ان یتعلمو حتّٰی اخذ علے اھل العلم ان یعلمو

(خدا تعالےٰ نے جاہلوں پر لازم نہیں کیا کہ وہ تعلیم پائیں جب تک کہ عالموں نے یہ لازم نہیں کر دیا کہ وہ تعلیم دیں)۔ اگر کوئی شخص ہمارے علما سے حساب لینے بیٹھے کہ تم نے

بعض نیک اور بعض بد سمجھے جانے لگے - مگر یہ داستان طویل ہے میں مختصر طور پر اب بتانا چاہتا ہوں کہ اس قسم کے خیالات کا جو بقیہ ہم میں ہے وہ کس طرح دور ہو سکتا ہے

(الف) اعلےٰ مذہبی خیالات - جو لوگ ایک خالق برحق کو مانتے ہیں اور سب افعال عالم کا خالق اسی کو سمجھتے ہیں اور ہر کام اُسی کی مصلحت سے جانتے ہیں وہ اُس قدرت مطلقہ کو چھوڑکر "ارباباً من دون اللّٰہ" (خدا کے سوا اور دوسرے رب کو) کیوں پکڑینگے - مگر افسوس یہ ہے کہ عوام الناس خدا کو چھوڑ کر مٹی پتھر یا ستاروں کو نہیں تو بزرگوں - پیروں - اور فقیروں اور قبروں ہی کو ماننے لگے ہیں - گویا اُسی بت پرستی کی طرف رجوع کرتے ہیں - یہاں تک کہ جو لوگ مخلوق پرستی کے خلاف وعظ کہتے آئے تھے - اُنہیں کو پوجنے لگتے ہیں ✦

(ب) عقلی اور فلسفیانہ دلائل - بہت سے لوگ عقلی دلائل کے ذریعہ سے جب عالم کو ایک باقاعدہ اور منتظم دنیا دیکھتے ہیں تو عقائد بالا کو ہیچ سمجھتے ہیں - مگر یہ لوگ کم ہوتے ہیں اور عام آدمیوں میں لیاقت ان کی باتوں کے سمجھنے کی نہیں ہوتی - پس عقلی دلائل کا اثر بھی اُس وقت تک نہیں ہوتا جب تک تعلیم و تربیت سے عام طور پر لوگ ان باتوں کے سمجھنے کے قابل نہیں ہو جاتے ✦

غرض اوہام کے دشمنوں کا پہلا کام یہ ہے کہ لوگوں کو عمدہ تعلیم و تربیت پر آمادہ کریں کہ اُنہیں ایسی باتوں کے سمجھنے کا ملکہ پیدا ہو جائے ✦ فقط

تمت بالخیر

زمانۂ نور کے پھر جب کبھی ظلمت نے زور پکڑا تو اُن کا زور ہونے لگا۔ اور جھاڑ۔ پھونک گنڈے۔ تعویذ۔ جنتر منتر۔ جادو ٹونا۔ نجوم۔ کیمیا۔ بھوت۔ پریت۔ سعد و نحس وغیرہ خیالات دماغی کمزوری اور قومی جہالت کے خون میں پھلتے پھولتے ہیں۔ اسی طرح جیسے غلیظ آب و ہوا اور کثیف پانی سے محلوں اور گلیوں میں ہیضہ اور پلیگ کے کیڑے زیادہ آسانی سے پھیل جاتے ہیں۔ یہ خیالات حقیقت میں قدیم زمانہ کے مذاہب کا بقیہ ہیں جن کا ثبوت یہ ہے کہ قدیم مصریوں اور چینیوں اور ہنود کی اکثر قوموں میں اہل افریقہ اور رومیوں اور ٹیوٹن میں اور امریکہ کے اصلی باشندوں میں یہی باتیں جزوِ مذہب سمجھی جاتی ہیں اور اُن کی بنیاد دو چیزوں سے ہے (۱) عناصر پرستی سے۔ جو قوتیں یا عجیب منظر مثل رعد و برق و ستارے اور شمس وغیرہ کے انسان کو نظر آئے اوّل وہ اُن کی عبادت کرنے لگا (۲) ان خیالات کی بنیاد وہ عجیب انسانی عقیدہ ہے جو کم و بیش قدیم زمانہ کی سب قوموں میں بلا استثناء پایا جاتا ہے۔ یعنی شیطان پرستی یا بھوت پرستی۔ یہ شیطان پرستی نتیجہ ہے اُسی عناصر پرستی کا یا یہ کہنا چاہیئے کہ قوت پرستی کا۔ کیونکہ جب انسان نے دیکھا کہ یہ جمادات و عناصر اور اجرام فلکی کام کرتے ہیں تو اُس نے فرض کیا کہ ان سب میں روح ہے اور چونکہ یہ لوگ بودے دماغ کے ہوتے تھے اس لئے وہ اس روح کو اکثر تکلیف دہ اور شریر چیز سمجھتے تھے جو سب جگہ حاوی تھی۔ اُس کو خوش کرنے کے لئے حیوانی و انسانی قربانی کی جاتی تھی بعد میں شیطان اور بھوتوں کے متفرق گروہ ہو کر جُدا جُدا دیوتا یا رب النوع قائم ہو گئے اور اُن میں سے

مندرجۂ ذیل کتب مطبع رفاہ عام لاہور سے بذریعہ ویلیو پے ایبل یا نقد قیمت پر مل سکتی ہیں:-

دربار اکبری - اکبر کا دربار از آزاد	قیمت	سے/
سفر نامہ ابن بطوطہ - آج سے چھ سو برس پہلے کی دنیا	"	۱۲/۴
عذرا - غسل آتشیں سے عمر بڑھنا اور تناسخ کا صحیح ہونا	"	عم
شمشیر باطن - نور ایمان کی روشنی میں چلنا	"	۷/
رفیق عروس - نئی دُلھن کے لئے خانہ داری کی ہدایتیں	"	۶/
سفرنامہ روم و شام - ان ملکوں کے دلچسپ حالات	"	۴/عہ
گلزار شکسپیئر - تین دلچسپ اور پُرلطف قصوں کا مجموعہ	"	۸/
بن باسی رستم - نیولے اور شیشناگ کا نہایت مزیدار قصہ	"	۴/
طبیب نسواں - بیاہی عورتوں کے پڑھنے کی	"	۸/
صبح ملال و شام غم - ایک یتیم کا دردناک قصہ	"	۶/
سیر جزیرہ صورت آباد - بحر ہستی کا دلچسپ سفر نامہ	"	۴/
ریاض الاخلاق - نہایت کارآمد مضمونوں کا مجموعہ	"	۱۰/
علم اللسان - انسان نے اوّل زبان کس طرح سیکھی	"	۴/
لغات فارسی - ۵۰۰ صفحے کی ڈکشنری	"	۱۰/
ترجمان پارسی - ایران کی حال کی زبان میں بول چال	"	۹/
سخندان پارس - از آزاد - فارسی زبان کی تاریخ	"	۱۰/
مجموعہ نظم آزاد - مولوی محمد حسین صاحب آزاد	"	۸/
سپاک و نماک یا الہامات - پروفیسر آزاد	"	۸/
ردّ الملاحدہ - بے دینوں کے شبہات مع جوابات	"	۳/
ثبوت واجب الوجود - خدا کی ہستی کے دلائل	"	۳/
حقوق نسواں - حقوق مستورات کی حمایت	"	۱۲/
فارسی آموز - فارسی سیکھنے کا آسان طریقہ	"	۲/
سیرة الشافعی - امام شافعی کی سرگذشت	"	عم
تہذیب نسواں - زنانہ اخبار	سالانہ چندہ	سے/۴